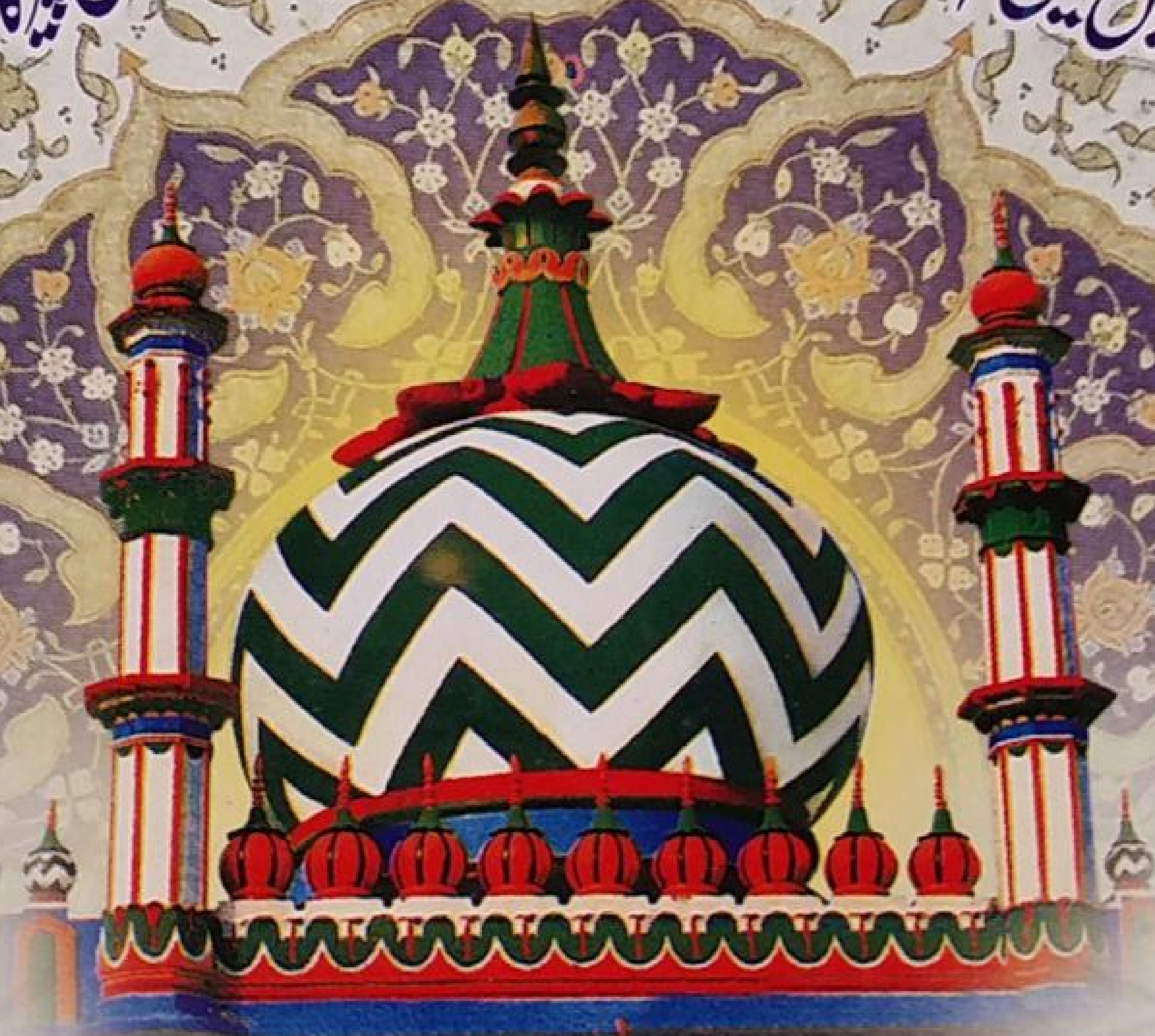
خصوصی اشاعت

ماھنامہ

جہانِ رضا

لاہور

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما



عرس مبارک

حضرت المخدوم السید ابو الحسن الشیخ علی بن عثمان الہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

بیاد مجددِ دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی

نومبر 2016ء صفر المظفر 1438ء

مرکزی مجلسِ رضا

MARKAZI MAJLIS-E-REZA

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ کے افکار کا حقیقی و تحقیقی ترجمان

ماہنامہ جہان رضا لاہور

﴿خصوصی شمارہ﴾

بانی مجلس رضا: حکیم اہلسنّت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

بانی ماہنامہ: حضرت پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

ایڈیٹر: محمد منیر رضا قادری رضوی عفی عنہ

جلد۲۴/نومبر۲۰۱۶ء/ صفر المظفر ۱۴۳۸ھ شمارہ ۲۳۲

قیمت فی شمارہ:-/30 روپے سالانہ چندہ-/400 روپے

مرکزی مجلس رضا

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتا: **مسلم کتابوی**، گنج بخش روڈ، دربار مارکیٹ، لاہور

Email:muslimkitabevi@gmail.com, 042-37300638, 0321-4477511

ملنے کا پتہ: مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور 0333-4701081

فکر رضا کی ترویج واشاعت کے شعوری امکانات

پروفیسر علی انجم رضوی

فکر رضا کی شعوری اشاعت کی کئی جہتیں ہوسکتی ہیں۔ جن میں سے چند ایک کا جائزہ ہم اپنے اس مقالہ میں پیش کررہے ہیں۔ یہ روشن امکانات اس راہ پرخار میں ہمارے لئے خوشگوار ہوا کے جھونکوں کی طرح ہیں۔ آیئے یکے بعد دیگرے ان سے معرفت حاصل کریں۔

عام طور پر ہماری کانفرنسوں میں ہونے والی تقاریر اور سیمناروں میں پڑھے جانے والے مقالے امام احمد رضا سے ہماری بے پناہ عقیدت و محبت کے پیش نظر مبالغہ آمیز ستائشوں سے پر اور حقائق و دلائل سے دور ہوتے ہیں۔ بیشتر مقررین و مقالہ نگاران اپنی توانائیاں فاضل بریلوی کی شان میں تعریفی کلمات کی تشکیل میں صرف کرتے ہیں۔ بلاشبہ انہیں سن کر عاشقان اعلیٰ حضرت شاد ہوتے ہیں اور ان کے لبوں پر نعرہ ہائے ستائش بلند ہو جایا کرتے ہیں۔ عوام اہل سنت کے قلوب کو گرمانے کیلئے یہ طرز تقریر و تحریر مہمیز کا کام انجام دیتی ہے اور ان کے زیر اثر سینوں میں نا قابل بیان جوش و ولولہ ہمیں دیکھنے کو ملتا ہے۔ یقیناً مسلکی تصلب کیلئے یہ انداز اکسیر کا درجہ رکھتا ہے اور اس کی افادیت سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اس ضمن میں تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ کرنے پر ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس طرح کی کانفرنسوں اور سیمناروں میں انہیں افراد کی شمولیت نظر آتی ہے جو امام احمد رضا سے اپنی والہانہ محبت وعقیدت رکھتے ہیں۔ ان محفلوں سے وہ لوگ دور رہتے ہیں جو یا تو امام احمد رضا سے خدا واسطے کا بیر رکھتے ہیں یا پھر جوان معاملات میں تذبذب کا شکار رہتے ہیں۔

آج کے اس علم وآگہی کے دور میں ہمارے پیش نظر ایک ایسا طبقہ بھی ہے جو تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ دینی وعصری شعور کا حامل ہے۔ یہ طبقہ امام احمد رضا سے مکمل طور پر برگشتہ تو نہیں مگر ان تک درست طریقہ پر پیغام رضا نہ پہنچ پانے کی وجہ سے وہ بے بنیاد غلط

فہمیوں کے سبب اعلیٰ حضرت سے برگشتہ نظر آتا ہے۔ اس تعلیم یافتہ طبقہ تک تعلیماتِ رضا کو حقیقی خدوخال میں پہنچانا ہمارا اولین فرض ہے۔ اسی جذبہ کے تحت عرض کرنا چاہوں گا کہ علم کی فراوانی کے اس دور میں دلائل سے بے پرواہ محض عقیدت ومحبت سے مغلوب دعوے ہرگز التفات کی نظروں سے نہیں دیکھے جاتے۔

تقریروں میں اندازِ بیان خطیبانہ ہونے کے بجائے معروضانہ ہونا چاہئے۔ اس کے علاوہ تقاریر اپنے ساتھ علم وحکمت کے چشمے لئے تشنگانِ علم کو بلاتکلف سیراب کرتی جائیں۔ امام احمد رضا کی ہمہ جہت شخصیت کو اجاگر کرنے والے ایسے واقعات پیش کئے جائیں جو ٹھوس دلیلوں اور معتبر حوالوں سے مزین ہوں۔

امام احمد رضا کی آفاقی شخصیت کے مختلف گوشوں کو اجاگر کرنے کیلئے گاہے بگاہے علمی سیمناروں کا انعقاد بھی کیا جانا چاہئے۔ عموماً ہم سیمنار تو بڑی شان وشوکت کے ساتھ منعقد کر لیتے ہیں اور اس پر عوام اہلسنّت کے گاڑھے پسینے کی کمائی کا بھی بہت بڑا حصہ صرف کردیتے ہیں مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔ سیمناروں میں عام طور پر ایسے افراد بطور مقالہ نگار مدعو کئے جاتے ہیں جنہیں دیئے گئے موضوع پر نہ مکمل دسترس ہوتی ہے اور نہ ہی جدید تقاضوں کے مطابق تحقیقی مقالہ لکھنے کی اہلیت۔ ان سیمناروں میں وہی خطیبانہ انداز لئے ایسے مقالے پیش کئے جاتے ہیں جو امام احمد رضا کی لازوال علمی وفنی مہارتوں کی جانب اشارہ تو کرتے ہیں مگر انہیں مکمل طور سے پایۂ ثبوت تک پہنچانے سے قاصر رہتے ہیں۔ بطور نتیجہ یہ سیمنار بھی محض ایک بڑی رقم کے ضیاع اور ہمارے اطمینان قلب کے علاوہ فکر رضا کی ترویج واشاعت میں کوئی خاطر خواہ پیش رفت نہیں کر پاتے۔ پھر اگر کچھ مقالے سنجیدگی سے لکھنے کی کوششیں بھی کی جاتی ہیں تو ان میں چند حوالوں کو اکٹھا کرکے اپنی بات کو پیش کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔ ان مقالوں میں بس پرانی تحقیقات کا چربہ بڑی چرب زبانی کے ساتھ سامعین کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے۔ تحقیقِ جدید کا کوئی عنصر یہاں بھی کارفرما نظر نہیں آتا۔

یہاں بطور استثنا ہم ایسے چند مخلصین کا تذکرہ کرنے میں بڑی مسرت محسوس کرتے ہیں جو وقفہ وقفہ سے شعوری سیمنار منعقد کروا کر فکرِ رضا کی ترویج واشاعت میں میل کے پتھر چنتے جا رہے ہیں۔ الحمد للہ! ایسے باشعور افراد اہلسنّت میں موجود ہیں جو باقاعدگی سے

سیمینار منعقد کروا کر ملک کے مشاہیر عصری جامعات سے قابل اور معروف اساتذہ کو مدعو کر کے امام احمد رضا کی علمی وفنی خوبیوں کو پوری طرح سے اجاگر کرنے والے پُر مغز مقالے سامعین کی نذر کرتے ہیں۔ ان شعوری سیمیناروں میں امام احمد رضا کی تہہ در تہہ شخصیت کے ایسے گوشوں کو سامنے لایا جاتا ہے جو اربابِ علم و دانش کو متحیر کر دیتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے تبحر علمی سے ایسے ایسے جواہر علمی دلائل و براہین سے آراستہ و پیراستہ ہو کر حلقۂ علم وفن میں پیش کئے جاتے ہیں کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ فکر رضا کو لوگوں تک پہنچانے کیلئے منعقد ہونے والی یہ اشاعتی محفلیں اس قدر منظم اور منصوبہ بند ہوں کہ ان کے اثرات عرصۂ دراز تک لوگوں کے دلوں پر مرتسم رہیں۔ سیرتِ رضا کے پوشیدہ گوشوں کو اجاگر کرنے والی ایسی تقریریں اور تحریریں منظر عام پر آئیں جو اسناد و اعتبار کے مروجہ تقاضوں کو کما حقہ پورا کر سکیں۔ ترویج و اشاعت کا یہ شعبہ دیگر تمام شعبہ جات سے زیادہ اہم اور بے پناہ احتیاطی طرز عمل کا متقاضی ہے اور اس شعبہ کی اثر انگیزی دیگر کئی شعبوں پر تفوق بھی رکھتی ہے۔

امام احمد رضا کی علمی وادبی تحقیقات کو عصری تعلیم میں با قاعدہ شامل نصاب کیا جائے اور کوشش یہ کی جانی چاہئے کہ مختلف سطحوں پر امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری یا نثری مضامین شامل نصاب ہو جائیں۔ اس بات کے قوی امکانات ہیں کہ امام احمد رضا کی ایک نعتِ پاک ثانوی سطح (Secondary Level) پر اردو زبان کے نصاب میں شامل ہو جائے۔ اسی طرح اعلیٰ جماعتوں مثلاً گریجویشن کے سالِ اول، دوم یا سوم کے نصاب میں یا پھر ایم اے کے نصاب میں اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری کو داخل کیا جائے۔ اس کیلئے اربابِ اقتدار کو اس بات کیلئے راضی کیا جائے کہ نصاب بنانے والی سرکاری انجمنوں سے وہ اس ضمن میں سفارش کریں۔ اگر اس سمت میں شعوری پیش رفت کی جائے تو یقیناً حوصلہ افزا نتائج برآمد ہوں گے۔

جب اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری داخلِ نصاب ہوگی تو طلبہ کا ایک بڑا طبقہ ان کے مطالعہ پر مجبور ہوگا اور پھر اعلیٰ حضرت کی نعتوں کے ساتھ ساتھ ان کی شخصیت اور نظریات بھی طلبہ کے زیرِ مطالعہ ہوں گے۔ اس کی وجہ سے امام احمد رضا کی علمی وجاہت کا سکہ ان کے

قلوب پر بیٹھتا جائے گا اور وہ فکر رضا کے مداح ہوتے جائیں گے۔ اس طرح عصری تعلیمی اداروں میں گمراہ کن عقائد کی یلغار کا سدباب بھی ہو جائے گا اور طلبہ کی صورت میں ایک باشعور جماعت اپنی خوش عقیدگی کے ساتھ فکرِ رضا کی ترویج و اشاعت میں مصروفِ کار بھی ہو جائے گی ان شاء اللہ۔

فکرِ رضا کو شعوری طور پر توسیع دینے کا ایک اہم ذریعہ تصانیف رضا کا سہل تشریحات و توضیحات کے ساتھ جدید طریقوں سے شائع کیا جانا بھی ہے۔ ہندو پاک میں کئی ایسے ادارے ہیں جن کا نصب العین ہی تصانیف رضا کو عام کرنا ہے۔ یہ ادارے وقفہ وقفہ سے اعلیٰ حضرت کی نادر الوجود کتابوں کو دیدہ زیب گیٹ اَپ کے ساتھ شائع کرتے رہتے ہیں اس ضمن میں کوشش یہ کی جانی چاہئے کہ سب سے پہلے اعلیٰ حضرت کی غیر مطبوعہ تصانیف مختلف ذرائع سے جلد از جلد زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آجائیں۔ ہمارا ہدف یہ ہو کہ اعلیٰ حضرت کا تحریر کردہ ایک صفحہ بھی غیر مطبوعہ نہ رہ جائے۔ اشاعتی کام کیلئے درکار اخراجات کی فراہمی کیلئے منظم طریقہ پر حصولِ زر کی منصوبہ بندی کی جائے۔ تصانیف رضا کی اشاعت میں اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ محض اعلیٰ حضرت کی تصانیف کے جوں کے توں عکسی ایڈیشن شائع کرنے کی بجائے زمانہ کے تقاضوں کے مطابق ان تصنیفات کو عام فہم تشریحات اور فکر انگیز حاشیوں سے مزین کر کے شائع کیا جائے تاکہ علماء اور فضلاء کے علاوہ دانشور طبقہ اور عوام اہلسنت بھی اس سے بھرپور مستفید ہو سکیں اور فکرِ رضا کی آفاقیت کے گہرے اثرات ان کے ذہنوں پر مرتب ہو سکیں۔ ہمیں پوری امید ہے کہ فکرِ رضا کی اشاعت کیلئے حالات دن بہ دن مزید سازگار ہوتے جائیں گے۔ کاش جب ہم علمی محفلوں میں امام احمد رضا کا یہ شعر پیش کریں کہ

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم　　جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

تو صرف عاشقانِ رضا ہی کا نہیں بلکہ ہر غیر جانبدار حق پرست دانشور کے ذہن وفکر کا گوشہ گوشہ اس حقیقت کی تصدیق کرتا نظر آئے تب کہیں جا کر ہماری کاوشیں بار آور ہونے کا احساس ہمیں ہوگا۔

عالمی منظر نامے پر اگر دیکھیں تو ماحول حوصلہ افزا ہے۔ اب ہمیں نئے عزم کے ساتھ تازہ دم فکرِ رضا کی اشاعت کیلئے میدانِ فکر وعمل میں دیوانہ وار کود پڑنا چاہئے۔

سورج کا کام چمکنا ہے، سورج آخر چمکے گا

مولانا طارق انور

امام اہل سنت اعلیٰحضرت امام احمد رضا قادری ۱۰/شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴/ جون ۱۸۵۶ء کو شہر بریلی (اتر پردیش) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد اور آپ کے دادا مولانا رضا علی خاں (م ۱۲۸۲ھ-۱۸۶۶ء) ہندوستان کے اکابر علماء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ نے زیادہ تر علوم وفنون اپنے والد گرامی حضرت مفتی نقی علی خاں سے حاصل کی۔ بعض علوم دیگر اساتذہ سے بھی حاصل کئے۔ چودہ سال کی عمر میں درسِ نظامی کی تعلیم مکمل کر کے اپنے والد ماجد کے پاس افتا کی تربیت پانے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے ہندوستان کی عبقری شخصیتوں میں آپ کا شمار ہونے لگا۔

حسب ونسب

ملک العلماء حضرت علامہ سید ظفر الدین محدث بہاری (۱۸۸۰ء-۱۹۶۲ء) نے تحریر فرمایا:

"اعلیٰ حضرت کا اسم مبارک عبد المصطفےٰ احمد رضا خاں بن حضرت مولانا محمد نقی علی خاں بن حضرت مولانا رضا علی خاں بن حضرت مولانا حافظ محمد کاظم علی خاں بن حضرت مولانا شاہ محمد اعظم خاں بن حضرت محمد سعادت یار خاں بن حضرت محمد سعید اللہ خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ حضور کے آبا واجداد قندھار کے مؤقر قبیلہ بڑھیچ کے پٹھان تھے۔ شاہان مغلیہ کے عہد میں وہ لاہور آئے اور معزز عہدوں پر ممتاز ہوئے۔ لاہور کا شیش محل انہیں کی جاگیر تھا۔ پھر وہاں سے دہلی آئے اور معزز عہدوں پر فائز رہے۔ چنانچہ حضرت محمد سعید اللہ خاں صاحب شش ہزاری عہدہ پر فائز تھے اور شجاعت جنگ انہیں خطاب عطا ہوا تھا۔ ان کے صاحبزادہ سعادت یار خاں صاحب منجانب سلطنت ایک مہم سر کرنے کے لیے بریلی روہیل کھنڈ بھیجے گئے۔ فتحیابی پر ان کو بریلی کا صوبہ بنانے کیلئے فرمان شاہی آیا، لیکن وہ ایسے وقت آیا کہ وہ بستر مرگ پر تھے۔ ان کے تین صاحبزادے تھے۔ اعظم خاں، معظم خاں، مکرم خاں، جو بڑے

بڑے مناصب جلیلہ پر ممتاز تھے۔ جو ایک ہزار ماہوار سے کم نہ تھا۔ اعظم خاں صاحب بریلی تشریف فرما ہوئے اور مقبل الی اللہ ہو کر زُہد خالص وترک دنیا اختیار فرمایا۔ شاہزادہ کا تکیہ جو محلہ معماراں بریلی میں ہے، آج بھی انہیں کی نسبت سے مشہور ہے۔ انہوں نے وہیں قیام فرمالیا تھا اور وہیں ان کا مزار ہے"۔ (حیات اعلیٰحضرت ج ۱ص ۴۷-امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف)

علمی خانوادہ

یہ علما وامرا کا خانوادہ ہے۔ امام اہل سنت کے آبا واجداد بھی عالم تھے اور ان کے فرزندان واحفاد واسباط میں بھی بہت سے جلیل القدر علماء ہوئے۔ مجدد موصوف کے صاحبزادگان حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں (۱۲۹۲ھ-۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) ومفتی اعظم ہند مولانا مصطفٰے رضا خاں (۱۸۹۲ء-۱۹۸۰ء) اپنے عہد میں مرجع خلائق تھے۔ عہد حاضر میں مجدد ممدوح کے احفاد میں سے تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری دام ظلہ العالی علم وفضل اور زہد وورع میں فائق الاقران ہیں۔ ان کے علم وفضل کا شہرہ اور دینی خدمات کا غلغلہ چودہویں صدی ہجری میں بھی ہر چہار جانب تھا اور پندرہویں صدی ہجری میں ان کی قبولیت ومحبت اور شہرت وعظمت قابل دید ہے۔ جہاں کہیں جلوہ افروز ہوئے، تا حد نگاہ پروانوں کا ایک طویل وعریض مجمع لگ گیا۔ ایک مجدد کیلئے جو شرائط واوصاف لازمہ ہیں، وہ تمام بدرجہ کمال موجود ہیں۔ احوال وقرائن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مخدوم گرامی پندرہویں صدی کے مجدد ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

این سلسلہ از طلائے ناب است — این خانہ تمام آفتاب است (خواجہ باقی باللہ)

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

امام احمد رضا نے بہت سے علوم وفنون پر ایک ہزار سے زائد کتابیں اور فتاویٰ تحریر فرمائے۔ ماضی قریب میں نہ ان کی طرح کوئی فقیہ پیدا ہوا، نہ اتنا عظیم المرتبت کوئی محدث۔ لیکن ان کا عشق رسول ان کے علم وفضل پر غالب تھا۔ درحقیقت عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم وحب نبوی ہی دنیا وآخرت کی تمام کامرانیوں کا واحد اور مجرب سرچشمہ ہے۔ امام موصوف حد درجہ عقلمند تھے کہ خود کو دربار رسالت سے منسلک کر لئے۔ آنجناب کا مادی پیکر تو ہند میں رہا کرتا، لیکن ان کی روح ہمہ دم دربار مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی جاروب کشی

میں منہمک رہتی۔ ان کا قلب تصور حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں مستغرق رہتا۔ آپ تعظیم مصطفوی وعشق محمدی کے پیکر مجسم تھے۔ جب سال ۱۳۲۳ھ میں حج دوم کیلئے گئے تو خاص دیدار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنا لے کر گئے۔ ایک شب روضہ مبارکہ کے مواجہہ اقدس میں درود شریف پڑھتے گذر گئی، پر مقصود میں باریابی نہ ہوسکی۔ دوسرے روز افسردگی کے عالم میں ایک منظوم فریادنامہ (وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں الخ) دربار عالی میں عرض کر کے شوق دیدار میں مؤدب ومنتظر قلب ونظر فرش راہ کئے رہے تا آنکہ نصیبہ نے یاوری کی۔ چشم سر سے حضرت حبیب محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی (حیات اعلیٰ حضرت ج۱ ص ۱۰۵) اسی دور میں حرمین طیبین میں حسام الحرمین کی تصدیقات کا سلسلہ جاری تھا۔ زیارت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے احکام حسام الحرمین پر مہر تصدیق ثبت فرمادیا، یہ ہے حفظ ناموس رسول کا انوکھا انعام۔ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی

بیت المقدس کے ایک صالح کا خواب

جس دن امام العشاق کا وصال ہوا، اسی دن بیت المقدس ملک شام قدیم کے ایک صالح نے خواب میں دیکھا کہ حضرت تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ کرام کی معیت مین جلوہ افروز کسی کی آمد کا انتظار فرمارہے ہیں۔ یہ صالح حضرت حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض گذار ہوئے۔ ''فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ -مَاذَا تَنْتَظِرُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم؟'' میرے ماں باپ آپ پر قربان، آقا کس کا انتظار فرمارہے ہیں؟

حضرت سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اَنْتَظِرُ قُدُوْمَ الشَّیْخِ اَحْمَدْ رِضَا'' میں شیخ احمد رضا کی آمد کا انتظار کررہا ہوں۔ شامی بزرگ نے عرض کی ''مَنْ هُوَ الشَّیْخُ اَحْمَدْ رِضَا؟'' شیخ احمد رضا کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''هُوَمِنْ اَهْلِ بَرَیْلِیْ بِالْهِنْد'' وہ بریلی ہندوستان کے ہیں۔ یہ شامی بزرگ عازم ہند ہوئے، بریلی آئے اور امام احمد رضا قادری سے ملاقات کا شوق ظاہر فرمایا۔ انہیں بتایا گیا کہ ۲۵/صفر المظفر کو وہ واصل الی اللہ ہوگئے۔ یہ وہی دن تھا جس دن انہوں نے حضرت شہنشاہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مبارکہ سے خواب میں باریاب ہوئے تھے۔ (سوانح اعلیٰ حضرت از مفتی بدرالدین رضوی ص ۳۸۴ - رضا اکیڈمی ممبئی)

دفع وہم

یہ انتظار ویسا ہی تھا جیسے کوئی آقا اپنے وفادار غلام کا انتظار کرے، ورنہ حضرت شہنشاہ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک تلے کی خاک بھی امام احمد رضا سے لاکھوں درجہ فزوں تر ہے۔ موصوف کا نظریہ ایسا ہی تھا۔ انہوں نے دربار نبوی میں کہی گئی اپنی نظم میں خود کو سگِ دربارِ مصطفوی قرار دیا ہے۔ یہ خواب حدیث نبوی ''اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُّوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ'' (لباب الحدیث للسیوطی ج۱ ص۳۳) کی تمثالی تشریح ہے۔

صحیح العقیدہ ہونے کی دلیل

انسان کا بارگاہ نبوی میں مقبول ہونا اس کے صحیح العقیدہ ہونے کی واضح دلیل ہے۔ کیونکہ بدعقیدہ منافقین کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی سے نکال باہر کیا تھا۔ پھر کوئی بددین قلب نبوی میں کیسے جگہ پاسکتا ہے۔ جب امام احمد رضا مقبولِ بارگاہ ہیں تو ضرور ان کے اعتقادات قرآن وحدیث کے مطابق اور بارگاہِ مصطفوی میں مقبول ہیں۔ اس طرح یہ حقیقت شمس منیر کے مثل روشن ہوگئی کہ ہم اہل سنت کے عقائد مقبول بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اہل سنت نے بارگاہِ محمدی میں قبولیت کو دلیل حقانیت بنایا ہے۔ اب جو دربار رسالت سے برگشتہ ہو، وہ کچھ بھی ہو، اہل سنت سے منقطع ہے۔

وھابیہ اعتقاد می دارند کہ علم وفضل وتقویٰ ظاھری دلیل حقانیت است واعمال ظاھر را بناءِ صحتِ اعتقاد پندارند ورب تعالیٰ فرمود ﴿عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ تَصْلٰی نَارًا حَامِیَةً﴾ پس وھابیہ از راہِ حق بعیدتر اندودر فطرت شدت قبیح دارند حتّٰی کہ ایذاء و تحقیرِ حبیبِ خداوتوھینِ مقبولانِ بارگاہِ یزداں می کنندوھم شر الخلق والخلیقہ اندوھمچنیں در حدیث آمدہ است۔

بعد وصال حاضری

امام اہل سنت کے خلیفہ قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار میں دن کو دس بجے سو رہا تھا کہ خواب میں دیکھتا ہوں کہ امام اہل سنت حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارکہ کے مواجہہ اقدس میں کھڑے صلاۃ

وسلام عرض کررہے ہیں۔اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔اب بار بار یہ خیال کررہا ہوں کہ یہ ایک خواب تھا مگر دل کی یہ حالت کہ متواتر حرم شریف چلنے پر آمادہ کررہا ہے۔ بالآخر بستر سے اٹھا،وضو کیا اور ''باب السلام'' سے حرم مقدس میں داخل ہوا۔ابھی کچھ حصہ مسجد نبوی کا طے کیا تھا کہ اپنی آنکھوں سے میں نے دیکھا کہ واقعی امام اہل سنت اسی سفید لباس میں ملبوس روضہ مبارکہ پر حاضر ہیں اور جیسا کہ خواب میں دیکھا تھا کہ صلاۃ وسلام پڑھ رہے ہیں۔میں نے دیکھا کہ لبہائے امام جنبش میں تھے۔آواز سننے میں نہ آتی تھی۔غرض میں یہ دیکھ کر آگے بڑھا کہ نظروں سے غائب ہوگئے۔اس کے بعد میں نے حاضری دی اور بارگاہ عالی میں صلاۃ وسلام عرض کرکے واپس ہوا۔جب اس جگہ آیا جہاں سے امام اہل سنت کو دیکھا تھا تو پھر امام کو مواجہہ اقدس میں موجود پایا۔میں ملاقات کی غرض سے آگے بڑھا تو آپ غائب ہوگئے۔اسی طرح تین بار ہوا۔پھر آپ نظروں سے اوجھل ہوگئے۔(حیات اعلیٰ حضرت ج۳ص۲۴۲-امام احمد رضا اکیڈمی بریلی)

وفات

بروز جمعہ دو بج کر اڑتیس منٹ پر ۲۵/صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء کو آپ واصل الی اللہ ہوئے اور علوم وفنون کا بیش بہا تحفہ اپنے وارثین ومتبعین کیلئے چھوڑ گئے۔جزاہ اللہ عن المسلمین خیر الجزاء۔آمین

تبحر علمی

(۱)عبدالحیٔ رائے بریلوی(۱۲۸۶ھ-۱۳۴۱ھ؍۱۹۲۳ء) نے لکھا﴿کَانَ عَالِمًا مُتَبَحِّرًا کَثِیْرَ الْمُطَالَعَةِ وَاسِعَ الْاِطِّلَاعِ،لَهٗ قَلَمٌ سَیَّالٌ وَفِکْرٌ جَافِلٌ فِی التَّالِیْفِ﴾(نزہۃ الخواطر ج۸ص۴۱)

(ت)وہ وسیع علم رکھنے والے کثیر المطالعہ متبحر عالم تھے۔تالیف وتصنیف میں انہیں تیز رفتار قلم اور جامع فکر عطا ہوئی تھی۔(نزہۃ الخواطر ج۸ص۴۱-حیدرآباد ہند)

(۲)﴿یَنْدُرُ نَظِیْرُهٗ فِیْ عَصْرِهٖ فِی الْاِطِّلَاعِ عَلَی الْفِقْهِ الْحَنَفِیِّ وَجُزْئِیَّاتِهٖ،یَشْهَدُ بِذٰلِكَ مَجْمُوْعُ فَتَاوَاهُ وَكِفْلُ الْفَقِیْهِ الْفَاهِمِ فِیْ اَحْكَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاهِمِ الَّذِیْ اَلَّفَهٗ فِیْ مَكَّةَ﴾(نزہۃ الخواطر ج۸ص۴۱)

(ت)ان کے عہد میں فقہ حنفی اور اس کے جزئیات کے علم میں ان کا مماثل نہیں پایا جاتا۔ان کا مجموعہ فتاویٰ (فتاویٰ رضویہ) اور کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم (جسے مکہ معظمہ میں تالیف کیا) اس پر گواہ ہیں۔

کثیر العلوم والفنون

علمائے متاخرین میں امام احمد رضا قادری کثرت علوم وفنون میں سرفہرست ہیں۔ان کے علوم وفنون کی تعداد چا(۴۰۰) کی سرحد پار کرچکی ہے۔جس کی تفصیل میری کتاب ''مجدد اسلام کے چار سو علوم وفنون'' میں ہے۔جبکہ علمائے متاخرین میں سے کوئی علم وتصنیف میں اس حد تک نہ پہونچ سکے اور متقدمین کے عہد میں علوم کے اس قدر فروع نہ تھے۔توضیح تلویح میں ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں علم الکلام اور علم التصوف،علم الفقہ کی فرع تھے،لیکن پھر دونوں ایک مستقل علم ہوگئے اور بلا اظہار حقیقت یہ خیال بھی نہیں ہوتا کہ یہ دونوں علم الفقہ کے فروع میں سے ہیں۔

شاعری

محترمہ ڈاکٹر تنظیم الفردوس پاکستانی نے سال ۲۰۰۳ء میں ''اردو نعتیہ شاعری میں مولانا احمد رضا کی انفرادیت واہمیت'' کے موضوع پر کراچی یونیورسٹی سے پی،ایچ،ڈی کی ڈگری حاصل کی۔تھیسس کے مقدمہ میں انہوں نے امام کو شاعری میں اقبال،غالب ومیر انیس کے مماثل قرار دیا۔محترمہ رقمطراز ہیں:

In my point of viwe Maulana Ahmad Raza Khan is one of the famous poets like Meer Anees, Ghagib and Iqbal who has not only given the artistic excellence but a novel diction of linguistic arrangments, phraseogy and reference in Urdu language.(page 1)

علمائے حرم کا استعجاب

سفر حج دوم کے درمیان علمائے مکہ معظمہ نے بعض فقہی اور کلامی مسائل میں آپ سے مذاکرہ کیا اور کچھ علمی استفسار کئے۔جس کا جواب آپ نے انتہائی محققانہ انداز میں

دیا، اسے دیکھ کر علمائے حرم حیران وششدر رہ گئے۔

ابوالحسن علی ندوی (۱۳۳۳ھ–۱۴۲۰ھ – ۱۹۱۴ء–۱۹۹۹ء) کے والد عبدالحیٔ لکھنوی نے علماء حرم کی حیرانی کا ذکر ان لفظوں میں کیا ﴿اعجبوا بغزارة علمه وسعة اطلاعه علی المتون الفقهیة و المسائل الخلافیة وسرعة تحریره وذکائه﴾

(نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۴۱)

(ت) علماء عرب ان کی کثرت علم اور متون فقہیہ اور مسائل خلافیہ پر ان کی وسعت اطلاع اور ان کی سرعت تحریر اور ان کی ذہانت کو دیکھ کر تعجب میں پڑ گئے۔

سرعت تحریر

رحمان علی خاں نے لکھا۔ "۱۲۹۶ھ، ۱۸۷۸ء میں پہلی بار حج بیت اللہ کیلئے والد ماجد کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ قیام مکہ معظمہ کے دوران شافعی عالم حسین بن صالح جمال اللیل ان سے بے حد متأثر ہوئے اور تحسین وتکریم کی۔ موصوف نے اپنی تالیف "الجواہر المضیہ" کی عربی شرح لکھنے کی فرمائش کی۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خاں نے صرف دو روز میں اس کی شرح تحریر فرما دی اور اس کا تاریخی نام "النیرۃ الوضیئۃ فی شرح الجواہر المضیہ" (۱۲۹۶ھ، ۱۸۷۸ء) رکھا۔ بعد میں تعلیقات وحواشی کا اضافہ کر کے اس کا تاریخی نام "الطرۃ الرضیئۃ علی النیرۃ الوضیئۃ" (۱۳۰۸ھ، ۱۸۹۰ء) تجویز کیا"۔

(تذکرہ علمائے ہند ص ۱۶–نولکشور لکھنو–فارسی نسخہ)

امام احمد رضا قادری نے "الدولۃ المکیہ" مکہ معظمہ میں ساڑھے آٹھ گھنٹے میں لکھی۔ (امام احمد رضا اور عالم اسلام ص ۷۰)

حاشیہ نگاری میں منفرد طرز

ملک العلماء نے تحریر فرمایا۔ "میں شیر بیشہ اہل سنت ناصر دین وملت سیف اللہ المسلول مولانا ابوالوقت شاہ محمد ہدایت الرسول صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ نہیں بھولتا، بلکہ ہر وقت یاد آتا ہے۔ جب میں نے اعلیٰحضرت اور بعض معاصرین اعلیٰحضرت محشی کتب کثیرۂ درسیہ میں فرق دریافت کیا، فرمایا۔ میاں! ان دونوں کا کیا مقابلہ؟ اعلیٰحضرت کے حواشی خود ان کے افاضات وافادات ہوتے ہیں اور ان حضرات (دیگر محشیین) کی مثال وہی

ہے۔ بیٹھا بنیا کیا کرے، اِس کوٹھی کا دھان اُس کوٹھی میں۔ اُس کوٹھی کا دھان اِس کوٹھی میں۔ کسی کتاب کی چند شرحیں، چند حواشی آگے رکھ کر کچھ اِس سے کچھ اُس سے لے کر ایک شرح لکھ ڈالی"۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ ص ۲۳۰–امام احمد رضا اکیڈمی بریلی)

کرامات مجدد

کسی بزرگ شخصیت کی کرامتوں کے متلاشیوں کی بھی ایک تعداد ہوا کرتی ہے۔ ملک العلماء نے 'حیات اعلیٰحضرت (ج ۳ ص ۱۴۵ تا ۲۶۷) میں مجدد ممدوح کی ایک سو چھتیس کرامتوں کو تحریر فرمایا ہے۔ کرامت عظمیٰ یہ کہ انہوں نے کروڑوں، عربوں مسلمانوں کے دین وایمان کی محافظت فرمائی۔

ڈاکٹریٹ

ماضی قریب کے علماء ومشائخ میں امام احمد رضا خاں قادری کا عشق وعرفان اور علم وفضل عظمت وشہرت کے فلک الافلاک پر کمندیں ڈال چکا ہے۔ مجدد موصوف کا شمار عالمگیر اور عبقری افراد بنی نوع انسان میں ہو رہا ہے۔ اب تک ہند و پاک کی مختلف یونیورسٹیز سے پچیس سے زائد علماء ودانشوران مجدد ممدوح کی مختلف علمی جہات پر پی، ایچ، ڈی کی ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔ اتنی کثیر تعداد میں کسی بھی شخصیت پر ڈاکٹریٹ اور اعلیٰ تحقیقات نہیں کی گئیں۔ مسلسل تحقیق سے اہل عالم کو حقائق کا علم ہوا۔ دانشوران عالم نے انکشافِ حقیقت کے بعد حقائق کو قبول کیا اور اپنی تحریر وتقریر میں اعلانیہ اعتراف کرتے ہیں کہ اب تک امام احمد رضا سے متعلق جو کچھ کہا جا رہا تھا، وہ سب یک طرفہ تھا۔ پاسبانی حرمتِ الٰہی وتحفظِ ناموسِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ﴿فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ﴾ کی شعاعوں سے منور ہو کر کائناتِ عالم کیلئے شمع فروزاں بن گئے۔ جن سے عالم اسلام روشنی پا رہا ہے۔ ان شاء اللہ یہ سلسلہ جاری ہی رہے گا۔

ذات مجدد مرکز ومرجع ارباب سنن

بریلی کے محلات وعمارات اور گلی کوچے مرکز نہیں بلکہ اسلام وسنیت کی تجدید واحیائے دین کے سبب مجدد گرامی کی ذات بابرکات مرجع اہل سنت قرار پائی۔ اگر حضرت حبیب محتشم

صلی اللہ علیہ وسلم جو مذہب اسلام (دین مصطفوی مع الھیئۃ الخاصۃ) کے مصدر ومرجع ہیں، حسب منام ربانی واختیار خداداد مدینہ کی بجائے حبشہ کی طرف ہجرت فرماتے تو حبشہ مرکز اسلام ہوتا نہ کہ مدینہ۔ یہ عام فہم سی بات اجلی البدیہیات میں سے ہے۔ اللہ اہل سنت کو ترقی وسلامتی عطا فرمائے۔ آمین

مسلک اعلیٰ حضرت

ہندوستان میں آج تک یہی تصور کیا جاتا ہے کہ ''بریلوی'' امام احمد رضا قادری کے متبعین ہیں۔ اسی لئے خود اہل سنت وجماعت بھی مسلک اہل سنت کو ''مسلک اعلیٰحضرت'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور برصغیر یعنی ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش ونیپال میں 'بریلوی'' کے لفظ سے کوئی غلط فہمی کا شکار نہیں ہوتا۔ لیکن عرب ودیگر ممالک میں جہاں اس لفظ سے غلط فہمی کا ظن ہو، وہاں ہرگز یہ لفظ استعمال نہ کیا جائے۔ رہ گیا اس لفظ کے استعمال کا شرعی جواز تو یہ یقیناً جائز ہے۔ علم الہدیٰ امام ابو منصور ماتریدی (م ۳۳۳ھ) کے متبعین آج تک ماتریدی کہلاتے ہیں۔ ماترید سمرقند کا ایک محلّہ ہے۔ اپنے امام کے وطن کی طرف تمام متبعین منسوب ہوتے ہیں۔ امام ابو الحسن اشعری (۲۶۰ھ-۳۲۴ھ) کے متبعین اشعری، امام اعظم کے مقلدین حنفی، اسی طرح مالکی، شافعی، حنبلی کہلاتے ہیں۔ باعتبار مشرب طریقت قادری، نقشبندی، چشتی، سہروردی ودیگر نسبتوں کا استعمال اہل اسلام کے یہاں بلانکیر رائج ہے۔ اسی طرح سنی حضرات کو رضوی یا بریلوی کہنا از روئے شرع جائز ہے۔ جہاں غلط فہمی کا اندیشہ ہو، وہاں از خود احتراز کیا جائے۔ عرف کا حکم ایسا ہی ہوتا ہے۔

امام تاج الدین سبکی (۷۲۷ھ-۷۷۱ھ) نے لکھا ﴿قَالَ الْمَآ یُرْقِیُّ -وَلَمْ یَکُنْ اَبُو الْحَسَنِ اَوَّلَ مُتَکَلِّمٍ بِلِسَانِ اَھْلِ السُّنَّۃِ -اِنَّمَا جَرٰی عَلٰی سُنَنِ غَیْرِہٖ وَعَلٰی نُصْرَۃِ مَذْھَبٍ مَعْرُوْفٍ -فَزَادَ الْمَذْھَبَ حُجَّۃً وَبَیَانًا -وَلَمْ یَبْتَدِعْ مَقَالَۃً اِخْتَرَعَھَا وَلَامَذْھَبًا اِنْفَرَدَ بِہٖ -اَلَا تَرٰی -اَنَّ مَذْھَبَ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ نُسِبَ اِلٰی مَالِكٍ -وَمَنْ کَانَ عَلٰی مَذْھَبِ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ، یُقَالُ لَہٗ مَالِکِیٌّ -وَمَالِكٌ اِنَّمَا جَرٰی عَلٰی سُنَنِ مَنْ کَانَ قَبْلَہٗ -وَکَانَ کَثِیْرَ الْاِتِّبَاعِ لَھُمْ -اِلَّا اَنَّہٗ لَمَّا زَادَ الْمَذْھَبَ بَیَانًا وَبَسْطًا -عُزِیَ اِلَیْہِ -کَذٰلِكَ اَبُو الْحَسَنِ الْاَشْعَرِیُّ -لَافَرْقَ -لَیْسَ لَہٗ فِیْ مَذْھَبِ السَّلَفِ اَکْثَرُ مِنْ بَسْطِہٖ وَ شَرْحِہٖ وَتَوَالِیْفِہٖ فِیْ نُصْرَتِہٖ﴾

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۳ ص ۳۶۷-دار احیاء الکتب العربیہ بیروت)

(ت) امام ابو الحسن اشعری رضی اللہ عنہ اہل سنت کی تشریح کرنے والے پہلے متکلم نہ تھے، بلکہ وہ اپنے اسلاف کے طریقہ پر چلے اور مذہب مشہور کی مدد پر رہے۔ پس انہوں نے مذہب میں حجت اور توضیح کا اضافہ کیا اور اپنی جانب سے کوئی اختراعی بات نہ لائے اور نہ کوئی جداگانہ مذہب۔ کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ اہل مدینہ کا مذہب امام مالک کی طرف منسوب ہوا- اور جو اہل مدینہ کے مذہب پر ہو، اسے مالکی کہا جاتا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنے اسلاف کے طریقے پر چلے اور وہ اسلاف کی خوب پیروی کرنے والے تھے۔ لیکن جب انہوں نے مذہب میں توضیح وتشریح کا اضافہ کیا تو مذہب ان کی طرف منسوب ہو گیا۔ ایسے ہی امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ (دونوں بزرگوں کے مابین) کچھ فرق نہیں۔ مذہب اسلاف کے بارے میں امام اشعری کی تشریح وتوضیح اور مذہب کی نصرت میں تالیفات امام مالک سے زیادہ نہیں۔

اقول: حضرت امام ابو الحسن اشعری وامام ابو منصور ماتریدی رضی اللہ عنہما کی طرح امام اہل سنت اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ بھی زندگی بھر مذہب اہل سنت کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ پس برصغیر میں دانستہ یا نادانستہ طور پر مسلک اہل سنت ان کی طرف منسوب ہو گیا ''ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ''۔ ماوشما آج بھی بے نشان ہیں، بعد مردن بھی یہی حال۔ جبکہ امام احمد رضا کی علمی خدمات اور ان کا شہرہ عالم اسلام کو محیط ہے۔

ہدایت مجدد

''جہاں اختلافات فرعیہ ہوں جیسے باہم حنفیہ وشافعیہ وغیرہما فرق اہل سنت میں۔ وہاں ہرگز ایک دوسرے کو بُرا کہنا جائز نہیں''۔ (الملفوظ ج ۱ ص ۴۶-قادری کتاب گھر بریلی)

حیف صد حیف

عہد حاضر کے وہ مجاہدین جن کی فطرت میں رب تعالیٰ نے حدود سنیت کے تحفظ وبقاء اور رد بدمذہباں کا جوہر ودیعت فرمایا ہے، ان میں سے کچھ حضرات خانہ جنگیوں کی طرف رخ موڑ لئے۔ اے کاش! یہ سپاہیان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سرحدوں پر واپس آ کر فروغ سنیت کے لئے دفاعی خدمات انجام دیتے۔

سیّد کفریہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ

ولید بلید خواہ کوئی پلید ختم نبوت کا ہر منکر عنید صراحۃً جاحد ہو یا تاویل کا مرید مطلقاً نفی کرے یا تخصیص بعید امیری، قاسمی، مشہدی مرید، رافضی غالی وہابی شدید، سب صریح کافر مرتد طرید علیهم لعنة العزيز الحميد (ان پر اللہ کی لعنت ہو) اور جو کافر ہو وہ قطعاً سید نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّـهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ (القرآن الکریم ۱۱/۴۶) وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بیشک اس کے کام بڑے نالائق ہیں۔ (ت) نہ اسے سید کہنا جائز۔

منافق کو سید نہ کہو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لا تقولوا للمنافق سيد فانه ان يكن سيدا فقد استخطتم ربكم عزوجل (سنن ابی داؤد، کتاب الادب باب لا یقول المملوک ربی و دبی، آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۲۴) ترجمہ: منافق کو سید نہ کہو کہ اگر وہ تمہارا سید ہو تو بیشک تم پر تمہارے رب کا غضب ہو (اس کو ابوداؤد اور نسائی نے بسند صحیح حضرت بریدہ سے روایت کیا) روایت حاکم کے لفظ یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اذا قال الرجل للمنافق يا سيد فقد اغضب رب عزوجل (المستدرک للحاکم، کتاب الرقاق، دار الفکر بیروت ۴/۳۱۱) ترجمہ: جو کسی منافق کو "اے سید" کہے اس نے اپنے رب کا غضب اپنے اوپر لیا۔ (والعیاذ باللہ رب العالمین)۔

پھر یہی نہیں کہ یہاں صرف اطلاق لفظ سے ممانعت شرعی اور نسب سیادت کا انتفائے حکمی ہو حاشا بلکہ واقع میں کافر اس نسل طیب و طاہر سے تھا ہی نہیں اگرچہ سید بنتا اور لوگوں میں براہ غلط سید کہلاتا ہو آئمہ دین اولیائے کاملین علمائے عالمین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تصریح فرماتے ہیں کہ سادات کرام بحمد للہ تعالیٰ خباثت کفر سے محفوظ و مصون ہیں جو واقعی سید ہے

اس سے کبھی کفر واقع نہ ہوگا، قال اللہ تعالیٰ: اِنَّـمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (القرآن الکریم ۳۳/۳۳) ترجمہ: اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے نجاست دور رکھے اے نبی کے گھر والو! اور تمہیں خوب پاک کردے ستھرا کرکے۔

تمام فوائد اور بزار و ابویعلی مسند اور طبرانی کبیر اور حاکم بافادہ تصحیح مستدرک میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان فاطمة احصنت فرجها فحرمها الله و ذريتها على النار (المستدرک للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت، ۳/۱۵۲) ترجمہ: بیشک فاطمہ نے اپنی حرمت پر نگاہ رکھی تو اللہ عزوجل نے اسے اور اس کی ساری نسل کو آگ پر حرام کردیا۔

اہل بیت سے کوئی بھی جہنمی نہیں

ابوالقاسم بن بشران اپنے امالی میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: سالت ربی ان لا يدخل احدا من اهل بيتي النار فاعطانيها (کنز الاعمال بحوالہ ابن بشران فی امالیہ عن عمران بن حصین حدیث ۳۴۱۴۹ موسسۃ الرسالہ، بیروت ۱۲/۹۵) ترجمہ: میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ میرے اہل بیت سے کسی کو دوزخ میں نہ ڈالے اس نے میری یہ مراد عطا فرمائی۔

اہل بیت عذاب سے بری ہیں

طبرانی بسند افاده الهيثمی فی الصواعق حيث قال جاء بسند رواته ثقات انه صلى الله تعالى عليه وسلم قال لفاطمة فذكره ۱۲ منه (ہیثمی نے صواعق میں اس کا افادہ کیا جہاں انہوں نے کہا سند کے ساتھ مروی جس کے تمام راوی ثقہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا تو پھر اس حدیث کا ذکر کیا۔ ۱۲ منہ (ت)

صحیح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: ان الله تعالىٰ غير معذبك ولا ولدك (المعجم الکبیر عن ابن عباس حدیث ۱۱۶۸۵، المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/۲۶۳) ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نہ تجھے عذاب فرمائے گا نہ تیری اولاد کو۔

حضرت فاطمہ کی وجہ تسمیہ

ابن عساکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: انما سمیت فاطمة لان الله فطمها و ذریتها عن النار یوم القیمة (المواہب اللدنیہ بحوالہ ابن عساکر، المقصد الثانی، الفصل الثانی، المکتب الاسلامی بیروت، ۲/۶۴) ترجمہ: فاطمہ اس لئے نام ہوا کہ اللہ عزوجل نے اسے اور اس کی نسل کو روز قیامت آگ سے محفوظ فرمادیا۔

اہل بیت آگ میں نہیں جاسکتے

قرطبی آیہ کریمہ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى کی تفسیر میں حضرت ترجمان القرآن سے ناقل کہ انہوں نے فرمایا: رضا محمد صلی الله علیه وسلم ان لا یدخل احد من اهل بیته النار ۔ (الجامع الاحکام القرآن (تفسیر القرطبی) تحت لیۃ ولسوف یعطیك ربك دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰/۹۵) یعنی اللہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے راضی کر دینے کا وعدہ فرمایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اس میں ہے کہ ان کے اہل بیت سے کوئی دوزخ میں نہ جائے۔ نار دو قسم کی ہے، نار تطہیر کہ مومن عاصی جس کا مستحق ہو اور نار خلود کافر کے لئے ہے، اہل بیت کرام میں حضرت امیر المومنین مرتضٰی و حضرت بتول زہرا و حضرت سید مجتبٰی و حضرت شہید کربلا رضی اللہ عنہ تو بالقطع والیقین ہر قسم سے ہمیشہ ہمیشہ محفوظ ہیں اس پر تو اجماع قائم اور نصوص متواترہ حاکم باقی نسل کریم تا قیام قیامت کے حق میں اگر بفضلہٖ تعالیٰ مطلق دخول سے محفوظی لیجئے اور یہی ظاہر لفظ سے متبادر اور اسی طرف کلمات اہل تحقیق ناظر، جب تو مراد بہت ظاہر اور منع خلود مقصود جب بھی نفی کفر پر دلالت موجود۔

شرح المواہب للعلامۃ الزرقانی میں زیر حدیث مذکور: انما سمیت فاطمة هی فاما هی و ابناها فالمنع مطلق واما من عداهم فالممنوع عنهم نار الخلود، واما ماروا ه ابو نعیم و الخطیب ان علیا الرضا بن موسی الکاظم ابن جعفر الصادق سئل عن حدیث ان فاطمة احصنت فقال خاص بالحسن والحسین وما نقله الاخباریون عنه من توبیخه لاخیه زید حین خرج علی المامون وقوله اغرك قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان فاطمة احصنت الحدیث ان هذا لمن خرج من بطنها لالی ولا لك فهذا من باب التواضع وعدم الاغترار

بالمناقب وان کثرت کما کان الصحابة المقطوع لهم بالجنة علی غایة من الخوف والمراقبة والا فلفظ ذریة لایخص بمن خرج من بطنها فی لسان العرب ومن ذریته داؤد و سلیمن الایة وبینهم وبینه قرون کثیرة فلا یرید ذلك مثل علی الرضا مع فصاحته و معرفته لغة العرب علی ان التقلید بالطائع یبطل خصوصیة ذریتها و محبیها الا ان یقال لله تعذیب الطائع فالخصوصیة ان لا یعذبه اکراما لها والله اعلم ۔ اھ مختصرا و رایتنی کتبت علی هامش قوله الا ان یقال مانصه ۔ اقول ولایجدی فان الوقوع ممنوع باجماع اهل السنة واما الامکان فثابت عند من یقول به الی خلاف ائمتنا الماتریدة رضی الله تعالٰی عنهم فانهم یحیلونه وقد تکلمت فی مسئلة علی هامش فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت لبحرا لعلوم بما یکفی و یشفی فانی اجدنی فیها ارکن وامیل الی قول ساداتنا الاشعریة رحمهم الله تعالٰی و رحمنا بهم جمیعا والله اعلم بالصواب فی کل باب ۔

(شرح الزرقانی المواہب اللدنیہ المقصد الثانی، الفصل الثانی، دار المعرفۃ بیروت، ۳/۲۰۳)

ترجمہ: بیشک فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ نام ہے لیکن فاطمہ اور ان کے بیٹے تو ان پر مطلقاً جہنم کی آگ ممنوع ہے لیکن ان کے ماسوا کے لئے جہنم کا خلود ممنوع ہے۔ آپ پر اور ان پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو۔ اور لیکن جو ابونعیم اور خطیب نے روایت کیا ہے کہ علی رضا بن موسیٰ کاظم ابن جعفر الصادق سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا کہ فاطمہ نے اپنے حرم گاہ کو محفوظ رکھا تو انہوں نے جواب میں فرمایا یہ حسن اور حسین کے لئے خاص ہے اور جو مورخین نے ان سے یہ نقل کیا کہ انہوں نے اپنے بھائی زید کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا جب اس نے مامون پر خروج کیا اور کہا کیا تجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان نے غرور میں مبتلا کیا ہے کہ فاطمہ نے اپنی حرم گاہ کو محفوظ رکھا ہے۔ (الحدیث) اس پر انہوں نے فرمایا یہ میرے اور تیرے لئے خاص نہیں بلکہ جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوا ہے ان سب کے لئے ہے، تو یہ تواضع اور مناقب کثیرہ کے باوجود غرور نہ کرنے کے باب سے ہے جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے جنت قطعی ہے اس کے باوجود وہ خوف و مراقبہ میں مبتلا تھے، ورنہ تو ذریت کا لفظ عربی زبان میں ایک پیٹ کی اولاد کے لئے خاص نہیں،

جیسے آیہ کریمہ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ہے۔ حالانکہ ابراہیم اور داوٗد و سلیمان علیہم السلام کے درمیان کئی قرون کا فاصلہ ہے، لہٰذا علی رضا اپنی فصاحت اور عربی لغت کی معرفت کے باوجود یہ خاص مراد نہیں لے سکتے، علاوہ ازیں نافرمان کی تقلید حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کی خصوصیت کو باطل کر دیتی ہے مگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نافرمان کی تعذیب کا اختیار ہے لیکن حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اکرام کے لئے اسے عذاب نہیں دیتا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ اھ مختصراً۔ میں نے زرقانی کے قول "الا ان یقال" پر حاشیہ لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے اقول (میں کہتا ہوں) ان کا یہ بیان مفید نہیں ہے عذاب کا وقوع تو باجماع اہلسنت ممنوع ہے، باقی رہا امکان تو یہ اس قائل کے ہاں ثابت ہے جو ہمارے آئمہ ماتریدرضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف ہے کیونکہ یہ ائمہ محال سمجھتے ہیں، میں نے اس مسئلہ پر کتاب مسلم الثبوت کی شرح بحرالعلوم فواتح الرحموت پر حاشیہ میں کافی اور شافی بحث کی ہے میں نے وہاں اپنے کو سادات اشعریہ رحمہم اللہ کے قول کی طرف مائل پایا، اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فتاویٰ حدیثیہ امام ابن حجر مکی میں ہے

اذا تقرر ذلك فمن علمت نسبته الى ال البيت النبوى والسر العلوى لا يخرجه عن ذالك عظيم جنايته ولا عدم ديانته و صيانته ومن ثم قال بعض المحققين ما مثال الشريف الزانى او الشارب او السارق مثلاً اذا اقمنا عليه الحد الا كامير او سلطان تلطخت رجلاه بقدر فغسله عنهما بعض خدمه ولقدير فى هذا المثال وحقق وليتامل قول الناس فى امثالهم الولد العاق لا يحرم الميراث نعم الكفران فرض وقوعه لاحد من اهل البيت والعياذ بالله تعالى هو الذى يقطع النسبة بين من وقع منه و بين شرفه صلى الله تعالى عليه وسلم انما قلت ان فرض لاننى اكادان اجزم ان حقيقة الكفر لا تقع ممن علم اتصال نسبه الصحيح بتلك البضعة الكريمة حاشا هم الله من ذلك وقد احال بعضهم وقوع نحو الزنا واللواط ممن علم شرفه فما

ظنك بالكفر

(فتاویٰ حدیثیہ طلب ما الحکمۃ فی خصوص اولاد فاطمہ بالمشرف المطبعۃ الجمالیہ مصر، ص ۱۲۲)

ترجمہ: تو جب یہ ثابت ہوا تو جس کی نسبت اہل بیت نبی اور علوی حضرات کی طرف معلوم ہے تو اس کی بڑی جنایت اور عدم دیانت و صیانت اس کو اس نسبت سے خارج نہ کرے گی، اس بات کی بناء پر بعض محققین نے فرمایا زانی یا شرابی یا چور سید پر حد قائم کرنے کی مثال صرف یہی ہے جیسے امیر یا سلطان کا کوئی خادم اس کے پاؤں پر لگی نجاست کو صاف کرے اس مثال کو غور سے سمجھا جائے اور لوگوں کی اس بات پر بھی غور کیا جائے تا کہ نافرمان اولاد وراثت سے محروم نہیں ہوتی، ہاں اگر ان حضرات سے کفر کا وقوع فرض کیا جائے۔ والعیاذ باللہ تو اس سے وہ نسبت منقطع ہو جائے گی، میں نے صرف فرض کرنے کی بات اس لئے کی ہے کیونکہ مجھے جزم کی حد تک یقین ہے کہ جو صحیح النسب سید ہو اس سے حقیقی کفر کا وقوع نہیں ہوسکتا اللہ تعالیٰ ان کو اس سے بلند رکھے، بعض نے ان سے زنا اور لواطت جیسے افعال کو بھی محال کہا ہے بشرطیکہ ان کی نسبی شرافت یقینی ہو تو پھر کفر کے متعلق تیرا کیا خیال ہے۔ (ت)

شیخ اکبر اور اہل بیت

امام الطريقة لسان الحقيقة شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ فتوحات مکیہ باب ۲۹ میں فرماتے ہیں: لما كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عبدا مخصا قد طهره الله واهل بيته تطهيرا واذهب عنهم الرجس وهو كل ما يشينهم فهم المطهرون بل هم عين الطهارة فهذه الاية تدل على ان الله تعالى قد شرك اهل البيت مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى قوله تعالىٰ ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر، و اى وسخ وقدر من الذنوب فطهر الله سبحانهٗ نبيه صلى الله عليه وسلم بالمغفرة مما هو ذنب بالنسبة الينا قدخل الشرفاء اولاد فاطمة كلهم رضى الله عنهم الى يوم القيمة فى حكم هذة الاية من الغفران الى اخرما افادوا جادو ثمه كلام طويل نفيس

جليل فعليك به رزقنا الله العمل بما يحبه ويرضاه امين ۔

(الفتوحات المکیۃ، الباب التاسع والعشر ون دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۹۶)

ترجمہ: جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے خاص عبد ہیں کہ ان کو اور ان کے اہل بیت کو کامل طور پر پاک کردیا ہے اور ناپاکی کو ان سے دور کردیا ہے اور رجس ہر ایسی چیز ہے جو ان حضرات کو داغدار کرے تو وہ پاکیزہ لوگ بلکہ وہ عین طہارت ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اہل بیت کو طہارت میں شریک فرمایا ہے جس پر آیہ کریمہ ہے "لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ" اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے پہلے اور پچھلے آپ کے خطایا معاف کردیئے یعنی گناہوں کی میل وقذر سے آپ کو پاک رکھا ہے جو ہماری نسبت سے گناہ ہوسکتے ہیں تو تمام سادات حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد اس حکم میں داخل ہے۔ الخ۔ تک جو حضرت شیخ نے بہترین فائدہ مند کلام فرمایا یہاں آپ کا جلیل نفیس طویل کلام ہے تو آپ پر لازم ہے کہ اس کی طرف راجع ہوں اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پسندیدہ عمل کا حصہ عطا فرمائے۔ آمین! (ت)

بدعقیدہ سید

اگر کہے بعض کٹر نیچری بیشار اشد غالی رافضی بہت سے ملحد جھوٹے صوفی کچھ مفت خاتم شش مثل والے وہابی غرض بکثرت کفار کہ صراحۃً منکرین ضروریات دین ہیں سید کہلاتے میر فلاں کہے جاتے ہیں۔

اقول: کہلانے سے واقعیت تک ہزاروں منزل ہیں نسب میں اگرچہ شہرت پر قناعت **والناس امناء علی انسابھم** (لوگ اپنے نسبوں میں امین ہیں۔ت) مگر جب خلاف پر دلیل قائم ہو تو شہرت بے دلیل نامقبول وعلیل اور خود اس کے کفر سے بڑھ کر نفی سیادت پر اور کیا دلیل درکار، کافر نجس ہے قال تعالیٰ:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (القرآن الکریم ۹/۲۸) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک مشرک نرے ناپاک ہیں۔ اور سادات کرام طیب وطاہر **قال اللہ تعالیٰ:** وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (القرآن الکریم ۳۳/۲۲) (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کردے) اور نجس وطاہر باہم متباین ہیں کہ ایک شئی پر معاً ان کا مصدق محال، جب علمائے کرام تصریح فرما چکے کہ سید صحیح النسب سے کفر واقع نہ ہوگا اور یہ شخص صراحۃً کافر تو اس کا سید صحیح النسب نہ ہونا ضرورۃً ظاہر، اب اگر اس نسب کریم سے انتساب پر کوئی سند معتمد نہ رکھتا ہو تو امر آسان ہے ہزاروں اپنی اغراض فاسدہ سے براہ دعویٰ سید بن بیٹھے:

غلہ تا ارزاں شود امسال سیدی شوم
(اس سال سید بنوں گا تاکہ خوراک میں آسانی ہو)

رافضی سید

رافضی صاحبوں کے یہاں تو یہ بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، آج ایک رذیل سا رذیل دوسرے شہر میں جاکر رفض اختیار کرے کل میر صاحب کا تمغا پائے تو فلاں کافر سے کیا دور ہے کہ خود بن بیٹھا ہو یا اس کے باپ دادا میں کسی نے ادعائے سیادت کیا اور جب سے یونہی مشہور چلا آتا ہو، اور اگر بالفرض کوئی سند بھی ہو تو اس پر کیا دلیل ہے کہ یہ اسی خاندان کا ہے جس کی نسبت یہ شہادت تامہ ہے، علامہ محمد بن علی صبان مصری اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفیٰ وفضائل اہل بیت الطاہرین میں فرماتے ہیں: **ومن این تحقق ذلك لقیام احتمال زوال بعض النساء و كذب بعض الاصول فی الانتساب** (اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفیٰ وفضائل اہل بیت الطاہرین محمد بن علی عیان مصری) ترجمہ: یہ کیسے ثابت ہوا جبکہ بعض عورتوں کی غلط کاری اور نسب بنانے میں بعض مردوں کے جھوٹ کا احتمال ہے۔ (ت)

یہ وجوہ ہیں ورنہ حاشا اللہ ہزار ہزار حاشا اللہ نہ بطن پاک حضرت بتول زہرا میں معاذ اللہ کفر وکافری کی گنجائش، نہ جسم اطہر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی پارہ کتنے ہی بُعد پر عیاذاً باللہ دخول نار کے لائق، الحمد للہ یہ دو دلیل جلیل واجب التعویل ہیں کہ کوئی عقیدہ کفریہ رکھنے والا رافضی وہابی متصوف نیچری ہرگز سید صحیح النسب نہیں۔

تین قیاس پر مشتمل: دلیل اول

(۱) یہ شخص کافر ہے اور ہر کافر نجس۔ نتیجہ: یہ شخص نجس ہے۔
(۲) ہر سید صحیح النسب طاہر ہے اور کوئی طاہر نجس نہیں، نتیجہ: کوئی سید صحیح النسب نجس نہیں۔
(۳) اب یہ دونوں نتیجے ضم کیجئے یہی شخص نجس ہے اور کوئی سید صحیح النسب نجس نہیں۔

نتیجہ: یہ شخص سید صحیح النسب نہیں۔

قیاس اول کا صغریٰ مفروض اور کبریٰ منصوص اور دوم کا صغریٰ منصوص اور کبریٰ بدیہی تو نتیجہ قطعی۔

دلیل دوم

قیاس مرکب، یہ بھی تین قیاسوں کو متضمن، یہ شخص کافر ہے اور ہر کافر مستحق نار۔

نتیجہ: یہ شخص مستحق نار ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کا کوئی پارہ مستحق نار نہیں۔

نتیجہ: یہ شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کا پارہ نہیں اور ہر سید صحیح النسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کا پارہ ہے۔

نتیجہ: یہ شخص سید صحیح النسب نہیں۔

پہلا کبریٰ منصوص قرآن اور دوسرے کا شاہد ہر مومن ایمان اور تیسرا عقلاً وفقہا واضح البیان۔

والحمد للہ الکریم المنان والصلوۃ والسلام الاتمان الاکملان علی سیدنا و مولانا سید الانس والجان خاتم النبیین بنص الفرقان و علی الہ واصحبہ وتابعیھم باحسان وعلینا معھم یا اللہ یا رحمن امین امین یا رؤف یا حنان سبحانك اللھم وبحمدك اشھدان لا الہ الا انت استغفرك واتوب الیك ۔

تمام تعریفیں احسان فرمانے والے اللہ کریم کے لئے تام وکامل صلوٰۃ وسلام ہمارے آقا ومولیٰ انسان وجن کے سردار، قرآنی نص سے خاتم النبیین اور آپ کی آل واصحاب اور تابعین اور ان کے ساتھ ہم پر، یا اللہ یا رحمان، آمین آمین، اے شفقت ومہربانی فرمانے والے! تو پاک ہے اے اللہ! اور تیری ہی تعریفیں، گواہی دیتا ہوں کہ تیرے بغیر کوئی معبود برحق نہیں، تجھ سے بخشش کا طالب ہوں اور تیری طرف ہی رجوع، اللہ سبحانہ وتعالیٰ بڑے علم والا اور اسی جل مجدہ کا نہایت تام اور نہایت قطعی ہے۔ (ت)

خوفِ خدا اور امام احمد رضا

محمد عطاء النبی حسینی ابو العلائی

امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کی شخصیت ہمہ جہت پہلوؤں کو محیط ہے یہی وجہ ہے کہ جو بھی اعلیٰ حضرت کا مطالعہ کرتا ہے اسے ایک نئے پہلو سے روشناسی حاصل ہوتی ہے بلکہ اعلیٰ حضرت کی شخصیت ایسی شخصیت ہے کہ محققین رضویات بھی آپ کی ذاتِ بحر بیکراں میں غواصی کرنے کے باوجود بے ساختہ پکار اٹھے:

22 رسال مسلسل مطالعے کے بعد یہ راز کھلا کہ وہ علم و دانش کے ایک سمندر تھے ۔۔۔ہم ابھی تک اس سمندر کے ساحل تک بھی نہ پہنچ سکے“۔

(محدث بریلوی، مصنف: پروفیسر مسعود احمد مظہری، ص:۱۱)

آپ رضی اللہ عنہ کے انہیں جہات سے خوف خدا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی خشیت الٰہی کا یہ عالم تھا کہ بچپن بھی خوفِ خدا سے لبریز، جوانی بھی خشیتِ الٰہی سے لبالب اور بڑھاپا بھی اللہ تعالیٰ کے ڈر سے مملو۔ آپ رضی اللہ عنہ کے مشہور ومعروف نعتیہ دیوان ”حدائق بخشش“ میں موجود درج ذیل اشعار کو ذرا دیکھیں جن میں سے ہر شعر سے خوفِ خدا کی شعائیں پھوٹ رہی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

راہ پُر خار ہے کیا ہونا ہے   پاؤں افگار ہے کیا ہونا ہے
ہم کو بد کر وہی کرنا جس سے   دوست بیزار ہے کیا ہونا
دل کہ تیمار ہمارا کرتا   آپ بیمار ہے کیا ہونا ہے

غفلت کی نیند سونے والوں، اور گناہوں کی وادی میں بھٹکنے والوں کو جھنجھوڑنے اور خشیتِ الٰہی کی تڑپ پیدا کرنے والے ان اشعار کو بھی ذرا ملاحظہ فرمائیں:

چھپ کے لوگوں سے کیے جس کے گناہ — وہ خبردار ہے کیا ہونا ہے
ارے او مجرم بے پروا دیکھ — سر پہ تلوار ہے کیا ہونا ہے
لے وہ حاکم کے سپاہی آئے — صبح اظہار ہے کیا ہونا ہے

درج بالا اشعار میں جہاں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ دوسروں کو خوفِ خدا کی ترغیب دے رہے ہیں وہیں اپنی ذات کو بھی جھنجھوڑتے ہوئے تنبیہ فرمارہے ہیں۔اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ اس صفت سے عاری تھے،نہیں ہرگز نہیں بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی خوفِ خدا سے عبارت تھی اورآپ کا پوراوجود خشیتِ الٰہی میں رچا بسا تھا لیکن کیا کیجیے خوفِ خدا نعمت ہی ایسی ہے کہ جواس نعمت کا مزہ ایک بار پالیتا ہے پھروہ ''ھل من مزید''،''ھل من مزید'' کی صدالگا تارہتا ہے۔اورکیوں نہ ہوکہ اس نعمت کی چاشنی جسے جتنی زیادہ میسر ہوتی ہے وہ معراجِ بندگی اور کمالِ عبدیت میں اتنا ہی کامل واکمل ہوتا ہے کیوں کہ اس نعمت کے ذریعہ ''کانك تراہ'' کی منزل تک رسائی حاصل ہوجاتی ہے یا کم ازکم ''فان لم تکن تراہ فانہ یراك'' کی دولتِ عظمیٰ حاصل ہوجاتی ہے۔اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی خشیتِ الٰہی کی نعمت لازوال سے مالا مال تھی یہی وجہ ہے کہ آپ کی حیات کا ہردور خوفِ خدا کے نور سے درخشندہ وتابندہ ہے۔اسی تابندگی کا نتیجہ ہے کہ عہدِ طفلی کا زمانہ تھا،موسم رحمت رمضان المبارک اپنے تمام ترجلوہ سامانیوں کے ساتھ جلوہ افروز تھا،آپ کوبھی روزے کی سعادت سے بہرور ہونے کی تمنائیں انگرائیاں لینے لگیں، اسی شوق میں آپ نے اپنی زندگی کا پہلا روزہ رکھا،آپ گھر میں معزز،محبوبِ نظر،منظورِنظر تھےاس لیے آپ کی روزہ کشائی کے لیے تقریب ہوئی اور بڑی دھوم دھام سے ہوئی،سارا خاندان،گھر کا ہرفرداس موقع سعید سے محظوظ ہورہا تھالیکن پریشانی یہ تھی کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ خوردسال تھے اوررمضان المبارک موسم گرما میں رونق افروز ہوا تھا جس کے سبب پریشانی کا سامنا متوقع تھااور پھر ہوا بھی یہی کہ آپ پر بھوک کے آثار نمایاں ہونے لگےاور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ممکن تھا کہ روزہ،افطار میں بدل جاتا لیکن آپ رضی اللہ عنہ اپنے روزے قائم رہے۔اس واقعہ کا مکمل نقشہ کھینچتے ہوئے حکیم الاسلام علامہ حسنین رضاخان علیہ

الرحمہ رقم طراز ہیں:

''سارے خاندان اور حلقۂ احباب کو مدعو کیا گیا،کھانے دانے پکے،رمضان المبارک گرمی میں تھااوراعلیٰ حضرت خوردسال تھے مگرآپ نے خوشی سے پہلا روزہ رکھا تھا۔ ٹھیک دوپہر میں چہرہ مبارک پر ہوائیاں اڑنے لگیں،آپ کے والد ماجد نے دیکھا تو انہیں کمرے میں لے گئے اوراندر سے کواڑ بند کرکے اعلیٰ حضرت کو فیرنی کا ایک ٹھنڈا پیالہ اٹھا کر دیا اورفرمایا کہ کھالو! آپ نے فرمایا: میرا تو روزہ ہے۔انہوں نے فرمایا کہ بچوں کا روزے یوں ہی ہوا کرتے ہیں،کمرہ بند ہے نہ کوئی آسکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے۔تو اعلیٰ حضرت نے عرض کی کہ''جس کا روزہ رکھا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے''اس پر باپ آبدیدہ ہوگئے۔اورخدا کا شکر ادا کیا کہ خدا کے عہد کو یہ بچہ کبھی فراموش نہ کرے گا جس کو بھوک پیاس کی شدت، کمزوری اورکم سنی میں بھی ہر فرض کی فرضیت سے پہلے وفاے عہد کی فرضیت کا اتنا لحاظ و پاس ہے''۔(سیرت اعلیٰ حضرت ازمولانا حسنین رضا خان،ص:87)

اللہ اللہ! بند کمرہ،اس میں شفیق باپ اور نیک بیٹا،بھوک کی شدت مرغوب کھانا فیرنی بھی موجود اور بظاہر کوئی دیکھنے والا بھی نہیں لیکن خوفِ خدا اس قدر غالب کہ دل ودماغ اور ذہن وفکر اس تصور سے سرشار کہ جس (اللہ) کا روزہ رکھا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے۔جس کے وجود میں عہدِ طفلی ہی سے اللہ تعالیٰ کا ڈر اس قدر عروج پر ہو یقیناً اس کا عہد شباب بھی کہیں زیادہ تابناک ہوگا۔اس کا اندازہ عمدۃ المحققین علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ کی کتاب ''امام احمد رضا اور تصوف''میں منقول آپ رضی اللہ عنہ کی خشیت الٰہی سے بھرپور ذیل کے واقعہ سے بخوبی ہوتا ہے۔مصباحی صاحب قبلہ لکھتے ہیں:

''رمضان شریف میں بعد افطار صرف پان کھالیتے اورسحری کے وقت ایک چھوٹے سے پیالے میں فیرنی تناول فرماتے۔زمانہ اعتکاف میں ایک دن ملازم بچہ دو گھنٹے کی تاخیر سے پان لے کر آیا۔حضرت نے اس کو ایک چپت مار کر فرمایا: اتنی دیر میں لایا۔اس ایک چپت مارنے پر انہیں رات بھر فکر رہی۔آخر سحری کے وقت اسے بلوایا اور فرمایا کہ رات کو جو تاخیر ہوئی،اس میں تمہارا قصور نہ تھا۔بھیجنے والے کی کوتاہی تھی۔مجھ سے غلطی ہوئی کہ تمہیں

چپت ماری۔ اب تم میرے سر پر چپت مارو۔ ٹوپی اتار کر اصرار فرماتے رہے۔ بچہ دم بخود کانپنے لگا۔ ہاتھ جوڑ کر عرض کیا: حضور! میں نے معاف کیا، فرمایا: تم نابالغ ہو۔ تمہیں معاف کرنے کا حق نہیں۔ چپت مارو! پھر اپنا بکس منگوا کر مٹھی بھر پیسے نکالے اور فرمایا: یہ پیسے تم کو دوں گا۔ تم چپت مارو۔ آخر خود اس کا ہاتھ پکڑ کر بہت سی چپتیں اپنے سر پر لگائیں اور پھر اسے پیسے دے کر رخصت کیا''۔ (امام احمد رضا اور تصوف، ص: ۶۷۔۶۶)

خوفِ خدا میں کیسے رچ بس گئے تھے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ۔ ایک بچے کو ایک چپت لگائی تو اس خوف سے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کہیں اس ایک چپت کے سبب آخرت میں گرفت نہ فرمائے، اپنے عمل پر نادم ہوئے اور اس قدر نادم ہوئے کہ رات بھر بے چین رہے اور اتنا ہی نہیں سحری کے وقت اس بچے کے سامنے اپنی لغزش کا اظہار بھی کیا اور اپنی چپت کے بدلے میں اسے بھی چپت لگانے پر اصرار فرمایا اور انکار کی صورت میں ایک مٹھی پیسے بھی دینے کا وعدہ فرمایا لیکن مزید انکار پر خود اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر پر کئی چپت ماری اور پھر پیسے بھی دیے۔

اب آپ رضی اللہ عنہ کی کبرِ سنی میں خوفِ خدا میں ڈوبا ہوا ایک واقعہ سپردِ قرطاس کیا جاتا ہے۔ ہوا یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس مختلف مقامات واطراف سے خطوط آیا کرتے تھے۔ حسب معمول کسی نے آپ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور القاب وآداب میں ''حافظ'' بھی لکھ دیا حالاں کہ آپ رضی اللہ عنہ اس وقت تک باضابطہ حافظ نہیں تھے اس لیے اس خط کے ملاحظہ فرمانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ پر جو کیفیت طاری ہوئی اسے بیان کرتے ہوئے خیر الاذکیا علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں:

• ''کسی نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس خط لکھا تو اس میں دیگر القاب وآداب کے ساتھ ''حافظ'' بھی لکھ دیا۔ اس وقت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ باضابطہ حافظ قرآن نہ تھے۔ اگرچہ تقریباً تمام ہی آیات کریمہ حضرت کے زبان وقلم پر رہا کرتیں اور حسب ضرورت ان سے استدلال واستنباط بھی کرتے۔ شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خان رحمۃ اللہ علیہ 29 رشعبان 1337ھ کا اپنا عینی مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ ایک خط میں اعلیٰ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے القاب کے ساتھ ''حافظ'' ملاحظہ فرما کر آبدیدہ ہو گئے۔ خوفِ خدا سے دل کانپ اٹھا اور فرمایا: میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میرا حشر ان لوگوں میں نہ ہو جن کے بارے میں قرآن عظیم فرماتا ہے:

''یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا ''۔

وہ اسے پسند کرتے ہیں کہ ان کی ایسی خوبیاں بیان کی جائیں جو ان میں نہیں۔

(آل عمران ر188)

اس واقعہ کے بعد آپ نے قرآن حفظ کرنے کا عزم مصمم کر لیا اور روزانہ عشا کا وضو فرمانے کے بعد جماعت ہونے سے قبل بس اس طرح یاد کرتے کہ کوئی ایک پارہ یا زیادہ آپ کو سنا دیتا پھر آپ سنا دیتے۔ 29 رشعبان کے بعد سے شروع کیا اور 27 ررمضان تک پورا قرآن حفظ کر لیا اور تراویح میں سنا بھی دیا''۔

(ترجمانِ اہل سنت پیلی بھیت بحوالہ امام احمد رضا اور تصوف، ص: ۶۶۔۶۵)

غور کیا جائے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے خوف خدا کا کیا حال تھا کہ کسی نے ''حافظ'' لکھ دیا تو بظاہر حافظ نہ ہونے کے سبب اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے مضطرب و بے چین ہو گئے۔ اس واقعہ سے آج ہم سب کو نصیحت حاصل کرنی چاہیے کہ آج ہماری بے جا تعریف بھی کی جاتی ہے تو ہم منع کرنے کے بجائے خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی زندگی میں خشیت الٰہی سے متعلق رونق افروز چند واقعات صرف '' نحوہ '' اور ''مثلہ '' کے تحت پیش کیے گئے ہیں ورنہ اور بھی بہت سے واقعات موجود ہیں کیوں کہ آپ رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی خوفِ خدا کا آئینہ دار تھی۔ اللہ تعالیٰ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے طفیل ہمیں بھی اپنے خوف سے آراستہ ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اہل سنت کے امام......!

از: ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

☆☆

چودھویں اور پندرہویں صدی میں اہل سنت کے امامؒ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی نور اللہ مرقدہ کی قد آور شخصیت اور ان کے دینی و علمی اور اصلاحی وتجدیدی کارنامے اب کسی سے پوشیدہ نہیں رہے......آپ کا فیض گزشتہ صدی سے عالم اسلام پر برابر برس رہا ہے......اور جب سے ماہر رضویات سیدی اُستاذی پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ نے نئے نئے زاویوں اور جہات سے آپ کی شخصیت کو عالی سطح پر متعارف کرایا ہے تو آپ کے مثبت افکار دنیا جہان میں پھیل کر اہل خرد کو حیران کر رہے گئے ہیں......کہ

کس طرح اتنے علم کے دریا بہا دیے
علماء حق کی عقل تو حیراں ہے آج بھی

آپ کے افکار اور سلسلہ عالیہ کی مہک روز بروز عالمی پیمانے پر پھیلتی جا رہی ہے......

لوگ جوق در جوق آپکی صاحبِ علم وفن شخصیت کی جانب متوجہ ہو رہے ہیں......شہر شہر، ملک ملک آپ کی نسبت سے سیمینار، کانفرنسیں اور انٹرنیشنل سمپوزیم کا انعقاد کیا جا رہا ہے......اور کیوں نہ کیا جائے کہ

آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک تیری
گھر گھر میں لیے پھرتی ہے پیغام صبا تیرا

یوں تو امام اہل سنت ۱۸۵۶ء کو بھارت کے شہر بریلی میں پیدا ہوئے مگر آج دنیا کے ہر ملک اور ہر شہر میں اُن کے نام وکام کے چرچے ہیں......۱۸۵۶ء وہ زمانہ تھا جب برصغیر کے حالات دگرگوں تھے، خونی انقلاب آنے والا تھا، مسلمانوں کے حالات اور افکار واعمال میں ایک ہیجان برپا تھا، ایسی تحریکیں چل پڑی تھیں جنہوں نے ایمان ویقین کو کمزور کر دیا تھا

......

امام اہل سنت نے جب ہوش سنبھالا تو اپنی خداداد ایمانی اور علمی قوت سے گرتے ہوؤں کو سنبھالا......

امام اہل سنت نے مسلمانوں کے ایمان ویقین کو متزلزل اور عشق ومحبت کو برباد نہ ہونے دیا......

امام اہل سنت نے دلِ مسلم میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی شمع روشن کی جس نے تاریک فضاؤں کو روشن کر دیا......

امام اہل سنت نے مسلمانوں میں زندگی کی ایک ایسی لہر دوڑائی جس نے مُردوں کو زندہ کر دیا......

امام اہل سنت نے دورِ جدید کی شکستوں اور ناکامیوں میں مسلمانوں کی رہنمائی فرما کر انہیں جینے کا ڈھنگ سکھایا......

امام اہل سنت نے پوری اسلامی تاریخ سے کشید کر کے مسلم ثقافت پیش کی......

امام اہل سنت نے روایتی حکمت ودانش کو زندہ رکھا......

امام اہل سنت نے جدید سائنس کے مقابل اسلام کا دفاع کیا......

امام اہل سنت نے عالمی برادری کا اسلامی تصور پیش کیا اور حقیقی اسلامی برادری کا تحفظ کیا......

امام اہل سنت نے عصر جدید کو مذہب اور تصوف کی شاندار روایات کو پامال نہ کرنے دیا......

امام اہل سنت نے عقائد وجماعت کی حفاظت کی، وہ عقائد جو اسلام کی اساس ہیں......

امام اہل سنت ایک عظیم مدبر اور جہاں دیدہ مبصر تھے......

امام اہل سنت کی اصل اہمیت یہ ہے کہ وقت نے آپ کو سچا اور صحیح ثابت کیا اور وقت کی گواہی سچی اور اٹل ہے۔

بلاشبہ امام اہل سنت ایک ہمہ گیر اور عالم گیر شخصیت تھے......

ماہر رضویات حضرت مسعود ملت نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:

''امام اہل سنت کی ہمہ گیریت اور عالم گیریت کی ایک نشانی تو یہ ہے کہ جو علوم وفنون اُن کے علم میں تھے اُن علوم وفنون میں تو آپ نے تصانیف یادگار چھوڑیں ہی ہیں مگر یہ حقیقت نہایت حیرت ناک ہے کہ انہوں نے مستقبل کے اُن علوم وفنون کی بھی نشان دہی کی جو ابھی باقاعدہ وجود میں بھی نہیں آئے تھے...... دوسری نشانی یہ کہ آپ نے ملت اسلامیہ کے دینی، اخلاقی، معاشی، تعلیمی اور سیاسی مسائل کا جو حل پیش کیا تھا' ایک صدی گزر جانے کے باوجود عالم اسلام کے مسائل کے لیے آج وہ اسی طرح مؤثر ہیں...... تیسری نشانی یہ کہ اُن کی حیات وتعلیمات اور علمی آثار پر دنیا کے چار براعظموں: براعظم ایشیاء، براعظم یورپ، براعظم امریکہ اور براعظم افریقہ کی جامعات اور تحقیقی اداروں میں کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ اس کی تفصیلات فقیر کی کتاب ''امام احمد رضا اور عالمی جامعات'' (۱۹۹۰ء کراچی) میں دیکھی جاسکتی ہیں''۔

امام اہل سنت نے اپنے علمی تبحر سے علمائے اسلام اور حکمائے اسلام کی یاد تازہ کر دی اور ان کے شاندار تسلسل کو قائم رکھا...... منقولات اور معقولات میں آپ نے اردو، فارسی اور عربی میں جو لاتعداد تصانیف اور شرح وحواشی پیش کیں ان سے آپ کی حیرت انگیز وسعت علمی کا اندازہ ہوتا ہے...... آپ کے بہت سے قلمی مخطوطات کے عکس خانوادہ عالیہ کے علاوہ ''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی''، ''رضا لائبریری' نارتھ کراچی' اور حضرت ماہر رضویات کے ذاتی کتب خانے میں موجود ہیں۔

امام اہل سنت نے اپنے فتاوٰی کا ایک عظیم ذخیرہ چھوڑا ہے جو منقولات اور معقولات کا جامع ہے...... ''فتاوٰی رضویہ'' کی بارہ جلدیں ہندوستان و پاکستان سے شائع ہو چکی ہیں...... جس پر علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی کی قائم کردہ ''رضا فاؤنڈیشن، لاہور'' نے تخریج و تحقیق کا کام کیا تو وہ ۳۳ رجلدوں تک جا پہنچا...... ماشاءاللہ...... تاریخِ فتاوٰی میں اُن کا فتاوٰی رضویہ اپنی نظیر آپ ہے۔ ایک ایک فتوے میں بیسیوں حوالے ہیں جن کو پڑھ کر غیر مفتی بھی مفتی بن رہے ہیں۔

امام اہل سنت کے زمانے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے اور جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے والے پیدا ہوئے تو انہوں نے ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی اور نام نہاد کذاب کی سخت مزاحمت فرمائی، مسلسل رسالے لکھے اور فتاوٰی جاری کیے...... سیرتِ پاک سے متعلق اگر اُن کے رسائل اور فتوے جمع کیے جائیں تو سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے...... حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم غور سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ اُن کی ہر تحریر اور ہر کتاب میں سیرت ہی سیرت جگمگا رہی ہے......

امام اہل سنت نے ادب وشاعری کو مجازی محبوبوں سے نجات بخشی اور حقیقی محبوب کا ایسا رنگ دکھایا کہ سارے رنگ پھیکے پڑ گئے...... فن شاعری میں نعت کو اتنا بلند کیا کہ پوری اردو شاعری تکتی رہ گئی...... آپ نے اپنی نعتیہ شاعری سے ملت میں ایک نئی روح پھونک دی...... آپ کا نعتیہ کلام ''حدائق بخشش'' کا نہایت ہی خوب صورت اڈیشن ''رضا اکیڈمی' بمبئی'' نے ۱۹۹۷ء میں شائع کیا ہے اور حضرت ماہر رضویات کا مرتبہ ''انتخاب حدائق بخشش'' کا خوب صورت اڈیشن سرہند پبلی کیشنز، کراچی نے ۱۹۹۵ء میں شائع کیا ہے...... اُن کی عربی شاعری کا پورا مجموعہ ''بساتین الغفران'' کے عنوان سے جامعہ ازہر' مصر کے اُستاد ڈاکٹر شیخ حازم محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ مصری نے مرتب کیا ہے جو ۱۹۹۷ء میں لاہور سے شائع ہوا ہے...... اس کے علاوہ حضرت ماہر رضویات نے امام اہل سنت کا فارسی کلام جمع فرمایا تھا جو ''ارمغان رضا'' کے نام سے کراچی سے شائع ہوا ہے۔

امام اہل سنت کے عہد میں معاشرے میں بہت سی بدعات رائج ہو گئی تھیں...... انہوں نے سختی سے اُن کا رَد فرمایا اور ایک ایک بدعت کے رَد میں تحقیقی مقالے، رسالے اور فتوے صادر فرمائے...... مولانا یٰسین اختر مصباحی نے اپنی کتاب ''امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات'' اور حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اپنی کتاب ''فاضل بریلوی اور ردّ بدعت'' اور ''نئی نئی باتیں'' اور راقم نے اپنے رسائل ''پردہ اُٹھتا ہے''...... ''بول کہ لب آزاد ہیں تیرے''...... ''غور سے سن تو سہی!'' میں ایسی بہت سی بدعات کی نشاندہی کی ہے جس کے خلاف امام اہل سنت نے بھرپور قلم اُٹھایا تھا...... آج ہمارے معمولات میں بھی

بہت سی ایسی چیزیں داخل ہو چکی ہیں جس کی انہوں نے سخت مخالفت فرمائی ہے...... ایسے امور کی نشاندہی کے لیے فقیر نے کئی سال سے ''محاسبہ'' کے نام سے ایک سلسلۂ مضمون جاری کیا ہوا ہے جو ماہ نامہ المظہر کراچی میں ہر ماہ شائع ہو رہا ہے...... الغرض! اُن کے افکار و خیالات کی روشنی میں ہمیں اپنی اصلاح کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے......

سائنسی ایجادات اور جدید علوم عقلیہ نے جوانوں کو مبہوت کر دیا تھا...... امام اہل سنت نے اپنے عہد کے سائنسدانوں کو چیلنج کر کے جوانوں کو حیران کر دیا اور ان کا ایمان متزلزل نہ ہونے دیا......:

''۱۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء کو کششِ ثقل کے نتیجے میں آفتاب میں گھاؤ پیدا ہونگے جس سے زمین کے بعض علاقوں میں قیامت صغرا برپا ہوگی''۔

جب اُن کو انگریزی اخبار Daily Express (شمارہ ۱۸ر ۱۰ اکتوبر ۱۹۱۹ء) کا تراشہ ترجمہ کر کے یہ خبر سنائی گئی تو انہوں نے اس کو لغو قرار دیا...... پھر اس پیش گوئی کے رَد میں ایک مقالہ ''معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین'' قلم بند فرمایا، جس میں ۱۷ دلائل سے پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کی پیش گوئی کا رَد فرمایا...... چنانچہ ۱۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء کو سب نے دیکھا کہ امام اہل سنت نے جو فرمایا تھا وہی سچ ثابت ہوا...... امام اہل سنت نے مذکور بالا رسالے کے بعد علم ہیئت پر اور دو دقیق مقالے ''فوزِ مبین دَر رَدِّ حرکت زمین'' اور ''الکلمۃ الملھمہ فی الحکمۃ المحکمہ لوھاء فلسفہ المشئمہ'' قلم بند فرمائے، جن میں جدید و قدیم فلسفیوں اور سائنسدانوں کا رَد فرمایا ہے۔ یہ دونوں رسالے پاک و ہند سے متعدد بار شائع ہو چکے ہیں بلکہ فوزِ مبین کا تو انگریزی اور ہندی میں ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

اسلامی حکومت مزاج کے اعتبار سے غیر مذہبی نہیں، خالص مذہبی ہوتی ہے کیونکہ اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو زندگی کے تمام شعبوں میں ہماری رہنمائی کرتا ہے...... امام اہل سنت کے آخری زمانے ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۱ء کے درمیان تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات چلیں اور ہند و مسلم اتحاد کی باتیں ہونے لگیں تو انہوں نے اس خیال کی سخت مزاحمت و مخالفت فرمائی اور دو قومی نظریہ کا احیاء کیا' یہ وہ زمانہ تھا جب قائداعظم محمد علی جناح اور ڈاکٹر محمد اقبال بھی ایک قومی نظریہ کے حامی تھے...... اُن کی انقلابی جد جہد نے ان

دونوں قائدین کی رہنمائی کی...... ہم ابھی تک امام اہل سنت کے سیاسی تدبر کو خراج عقیدت پیش نہیں کر سکے...... اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔

امام اہل سنت نے اپنے رسالہ ''المحجۃ المؤتمنہ'' میں دو قومی نظریہ کی خوب وضاحت فرمائی ہے جسے حضرت ماہر رضویات نے اپنی کتاب ''فاضل بریلوی اور ترک موالات'' میں تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور امام اہل سنت کے سیاسی تدبر اور فکری گہرائی کو احسن انداز میں اُجاگر کیا ہے...... کولمبیا یونیورسٹی کی ایک فاضلہ ڈاکٹر اوشا سانیال نے بھی اپنے مقالہ ڈاکٹریٹ (مطبوعہ دہلی ۱۹۹۶ء) میں ان کے سیاسی تدبر کا ذکر کیا ہے......

نصاب تعلیم، اسلامی طرز حکومت میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے...... امام اہل سنت نے جدید نظام تعلیم کے خلاف سخت جد و جہد فرمائی جو انگریز حاکموں نے مسلمانوں کے مزاج و معاشرت کے بدلنے اور اسلام سے دور کرنے کے لیے نافذ کیا تھا...... امام اہل سنت نے نظام تعلیم اور اقتصادی نظام کا ایک خاکہ بھی پیش کیا ہے، جس کا تفصیلی ذکر گجرات (پاکستان) کے علامہ جلال الدین قادری نے اپنی کتاب ''امام احمد کا نظریۂ تعلیم'' میں...... حیدر آباد، سندھ کے پروفیسر رفیع اللہ صدیقی نے اپنے مقالے ''فاضل بریلوی کے معاشی نکات' جدید معاشیات کے آئینے میں'' اور کیمبرج یونیورسٹی کے انگریز نو مسلم اُستاد ڈاکٹر محمد ہارون نے اپنے مقالے ''امام احمد رضا محدث بریلوی کا عظیم اصلاحی منصوبہ'' میں بیان کیا ہے......

المختصر امام اہل سنت اپنے دور کی ایک عظیم شخصیت تھے' اُن کا علم ہمہ گیر اور عالمگیر تھا' اُن کے اثرات بھی ہمہ گیر اور عالمگیر ہیں...... ہمیں ہر قسم کے تعصب اور تنگ دلی سے بالاتر رہ کر اُن کے حیرت انگیز کمالات کا مطالعہ کرنا چاہیے...... دنیائے اسلام امام اہل سنت کے پیغام سے بہت کچھ حاصل کر سکتی ہے...... ڈاکٹر محمد ہارون نے اپنے مقالے ''امام احمد رضا کی عالمی اہمیت'' میں اس حقیقت کو خوب آشکار کیا ہے...... وقت آ گیا ہے کہ ہم آنکھیں کھولیں اور جو کچھ نہ دیکھا تھا وہ دیکھیں

کھول آنکھ زمیں دیکھ، فلک دیکھ، فضا دیکھ
مشرق سے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

فکر رضا اور ہم

سید صغیر حسین شاہ

اسلامی معاشرے کے استحکام اور اسلامی ثقافت کے فروغ کی بنیاد تعلیم کو قرار دیا گیا اور ساتھ ہی ایک مہذب معاشرہ کے قیام کے لئے قرآن وحدیث کے سمجھنے کے ساتھ دیگر عصری علوم وفنون جو انسانی زندگی کے روزمرہ کے معاملات پر اثر انداز ہوں کی بھی ترغیب دی۔ چنانچہ اسی وجہ سے اسلامی مدارس کے فارغ طلباء بڑے بڑے ماہر فلکیات، طبیعات داں، طبیب، ریاضی داں بنے جن میں البیرونی، الخوارزمی، بوعلی سینا، ابن الہیثم وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ یہ ان تعلیمی اداروں سے پڑھے یا ان کے فضلا وعلماء سے یہ علوم سیکھے۔ لیکن آگے چل کر بدقسمتی سے مسلمان تقریباً ۵۰۰ سال خواب غفلت میں رہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان ایک ایسی ہستی کو پیدا کیا جس نے ہمارے اسلامی علوم کو زندہ فرمانے کے ساتھ ساتھ ۵۰۰ سال سے منقطع سلسلے کے ساتھ دوبارہ جوڑ دیا۔ جس کی سائنسی خدمات اس قدر زیادہ ہیں کہ وہ نوبل انعام کے لئے باعث فخر تھے۔ حالانکہ ان کے لئے نوبل انعام کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ جس نے علم ریاضی، فلکیات، طبیعات پر ۲۷ کے قریب کتابیں لکھ کر پوری دنیا کو اور مذہبی رہنماؤں کو حیرت میں ڈال دیا۔ اس دور میں بھی وہ پوری دنیا کے سائنس دانوں کے لئے ایک اہمیت اختیار کر گیا جب کہ وہ کسی مغربی سائنس داں سے بغیر سیکھے اتنی سائنسی مہارت حاصل کر گیا جو کہ آج ایک صدی بعد بھی ریاضی، فزکس میں ایم ایس سی کرنے والا بھی حاصل نہیں کرسکتا۔

اس عظیم ہستی کے سائنس میں کارناموں کا اصل مقصد مسلمانوں کو یہ بتانا تھا کہ سائنسی علوم سیکھو اور سکھاؤ لیکن قرآن وحدیث کے عین مطابق کیونکہ سائنسی علوم بذات خود قرآنی علوم کی شاخ ہے۔

وہ ہستی ہمیں یہ درس دے رہی تھی کہ ہم اپنے مذہبی تعلیمی اداروں میں ان جدید علوم کو بھی سکھائیں۔ انہوں نے ہمیں معاشیات، سیاسیات وغیرہ میں بھی رہنمائی فرمائی۔ مختصر یہ

کہ ان کی خالصتاً سائنسی خدمات ان کی کل خدمات کا دس فیصد حصہ کے برابر ہیں یعنی اگر کسی شخص نے اس ہستی کی علمی قابلیت کا اندازہ کرنے کے لئے ان کارناموں کو علیحدہ کر دیا تو اس نے ان کی شخصیت کا دس فیصد حصہ علیحدہ کر دیا۔

مگر افسوس کہ وہ آیا اور چلا گیا اور ہم بالکل اسی طرح خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور آج بھی اپنے اکابر کو چھوڑ کر غیروں سے استفادہ کر رہے ہیں اور اپنی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں لائے۔ ہم نے ایسا کر کے اپنے ساتھ اپنی آنے والی نسلوں کے ساتھ اور پورے عالم اسلام کے ساتھ بہت بڑا ظلم کیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس ظلم کا سب سے زیادہ ذمہ دار کون سا طبقہ ہوسکتا ہے۔ (۱) علما کا طبقہ (۲) طالب علموں کا طبقہ (۳) عوام۔ میرے خیال میں علماء ہی کے فرائض منصبی میں سے یہ کام بھی تھا کہ اس ہستی کے کارناموں کو اگلی نسلوں تک پہنچانے اور اسی راستے کا انتخاب اپنے لئے بھی کرتے جس کی ہدایت اس عظیم رہنما نے کی تھی۔ آپ کا ذہن اس ہستی کے بارے میں ضرور سوچ رہا ہوگا کہ ایسی کون سی ہستی برصغیر میں پیدا ہوئی جو کہ ایک وقت میں اعلیٰ پایہ کی ماہر فلکیات، طبیعات، ریاضیات، ارضیات، فلسفہ ان کی تمام شاخوں کے ساتھ زمانے کے امام ابوحنیفہ جتنا مقام رکھتی تھی۔ جی ہاں اس ہستی کو امام ابوحنیفہ ثانی میں نہیں کہتا یہ تو علامہ کوثر نیازی نے کہا تھا کہ ان کی دینی خدمات کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ ثانی ہیں۔

جس عظیم ہستی کو ہم بھول گئے وہ ہستی حضرت علامہ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی ہے جو کہ محدث، مفسر، متقی، عالم، فلسفی، منطقی، کامل، مجدد برحق کے القابات بھی رکھتا ہے۔ لمحہ فکریہ یہ ہے کہ ہم نے اس کے احسانات کو پس پشت ڈال کر اور اس کی خدمات کو نظر انداز کر کے بہت بڑی علمی غلطی کی ہے جس کی ذمہ داری صرف اور صرف علماء کے طبقہ پر عائد ہوتی ہے جو اسے آج کی دنیا میں صرف اور صرف ایک شاعر کی حیثیت سے پیش کر سکے۔ اس کے جانشین اس کا پیغام صرف برصغیر میں بھی نہ پہنچا سکے جس کی وجہ سے عوام کی بہت بڑی تعداد اس عظیم مذہبی سیاسی رہنما کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتی اور کچھ اس کی شخصیت کے منفی پروپیگنڈہ کر کے اس کی اہمیت کو ختم کرنا چاہتے ہیں جو کہ اس عظیم رہنما کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہے۔

البتہ علماء نے اپنے شرعی مسائل میں دلیل کے طور پر ان کا نام استعمال کیا، اپنی تقریروں کی چاشنی کے لئے ان کی شاعری کو استعمال کیا، اپنے فتاویٰ کو مدلل بنانے کے لئے ان کی تصانیف کا حوالہ دیا۔

یعنی معمولی سی محنت کے بعد اس عظیم ہستی کے علمی کارناموں سے استفادہ کرکے لوگوں نے بہت بڑی شہرت حاصل کی جو کہ امام کا مسلمانوں پر بالعموم اور علماء پر بالخصوص بہت بڑا احسان ہے۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں کہ کئی لوگ ان کی کتابوں کو پڑھ کر بڑے بڑے مفتی، مناظر، مبلغ بن گئے۔ میرا خیال ہے کہ ہم اس عظیم علمی شخصیت کو پورے عالم اسلام میں اس کی تمام تر خدمات کے ساتھ پیش نہ کرکے پورے عالم اسلام بلکہ بنی نوع انسان اور اللہ عزوجل کے مجرم قرار پائے ہیں۔

ہماری رہنمائی کے لئے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خونِ جگر کو جلا ڈالا لیکن ہماری غفلت، لاپرواہی، کاہلی، سستی نے مسلمانوں کو ان کے عظیم رہنما کی خدمات سے ناواقف رکھا۔

ہم بالخصوص علماء کا طبقہ غفلت کی اتنی گہری وادیوں میں چلا گیا اور باہمی دست و گریباں ہو کر اپنی توانائی کو ایک دوسرے کو اکھاڑنے اور پچھاڑنے اسے نیچا دکھانے ملزم و مجرم قرار دینے کے لئے خرچ کرنا شروع کردیا۔ جس کی وجہ سے ہمیں اپنی اصل ذمہ داریوں کو، فرائض کو پس پشت ڈالنا پڑا۔ اب تو ہمارے باہمی تنازعوں نے ہماری ذہنی کیفیت ایسی بنادی ہے کہ ہم اپنے اصلی مقصد و منزل کو ہی بھول گئے ہیں کہ ہمیں (یعنی علماء کرام کو) کیا کرنا چاہئے، کیا بتانا چاہیے، کیا لکھنا چاہیے، کیا کچھ کیا جائے، کتنا کچھ کیا ہے اور کیسا کیا ہے؟ علماء کے باہمی تنازعات نے جہاں ملت اسلامیہ کو نقصان پہنچایا وہاں ان کی ان لاپروائیوں کی وجہ سے ہم سے امام احمد رضا جیسی ہستی کے ساتھ بھی بہت بڑی زیادتی ہوئی ظلم ہوا۔

مثلاً (۱) فتاویٰ رضویہ ایک عظیم علمی کارنامہ ستر سال کے بعد شائع کیا گیا اس کا ابھی تک کسی دوسری زبان میں ترجمہ نہ کیا جاسکا جسے ابھی تک پورے عالم اسلام کے سامنے نہ پیش کیا جاسکا جب کہ چاہئے یہ تھا کہ اس عظیم علمی شاہکار کا فارسی، عربی، انگریزی، فرانسیسی،

جرمنی، روسی، ترکی وغیرہ زبانوں میں ترجمہ کروا کر ساری دنیا کو اس علمی خزانہ سے متعارف کروایا جاتا۔

(۲) ترجمہ قرآن کنز الایمان ایسا آسان، لطیف، پاکیزہ الفاظ سے مزین ترجمہ قرآن جس کو ابھی تک کے عوام بھی نہیں جانتے اور عوام کی ایک بڑی تعداد میں اس ترجمہ کے متعلق غلط پروپیگنڈہ کردیا گیا ہے۔ جب کہ کم از کم پاکستان اور ہندوستان کی تو تمام زبانوں جس میں پنجابی، پشتو، بلوچی، ہندی، سندھی، بنگالی، گوجری و دیگر اور باقی بین الاقوامی زبانوں مثلاً فارسی، جرمنی، فرانسیسی، چینی، کوریائی میں بھی دستیاب ہونا چاہیے تھا جبکہ انگریزی میں بھی پورے پچاس سال بعد ترجمہ کیا گیا وہ بھی کسی عالم دین نے نہیں کیا بلکہ غیر عالم دین کی کاوش ہے۔

اسی طرح سائنسی کتابوں کی صرف فہرست جاری کرکے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا سے وابستہ علماء اور باقی سارے علماء مطمئن ہو جاتے ہیں جب کہ باقی امام احمد رضا کی پوری ایک ہزار سے زائد کتابیں پورے برصغیر کے کسی ''مکتبہ'' بک سٹال سے نہیں مل سکتی ہیں البتہ صرف فہرست شائع کرکے تمام ادارے اور علماء بری الذمہ ہو جاتے ہیں اور وہ اسی کو بہت بڑی خدمت سمجھتے ہیں۔

اعلیٰ مقام ہستیوں میں سے کسی کو بھی خیال نہیں آیا کہ ہم خود یہ کام نہیں کرسکتے تو حکومتی سطح پر قائم نیشنل بک فاؤنڈیشن، پاکستان ایک سرکاری ادارہ سے رابطہ کرلیا جائے۔ اگر وہ چھوٹے سے مولویوں کی کتابیں شائع کرسکتا ہے تو اتنے بڑے عظیم رہنما کی کتابیں تو بڑی خوشی سے شائع کرتا لیکن آج ایک صدی گزرنے اور پچاس سال پاکستان بنے ہوگئے کسی نے اس ادارہ کا دروازہ بھی نہیں کھٹکھٹایا۔

افسوس تو اس بات کا ہے اور آپ بھی سن کر ضرور رنجیدہ ہوں گے کہ ابوالاعلیٰ مودودی جس کے پیروکار اور خود ساختہ اسلام کے ماننے والے پورے ملک کی آبادی کا تقریباً دو فیصد ہوں گے اس کی تقریباً تمام اہم کتابوں کا ترجمہ دنیا کی تیس زبانوں میں آج سے چند برس قبل ہو چکا ہے اور عالم اسلام کے عظیم رہنما جن کے ہم خیال اور نظریاتی شاگردوں کی تعداد برصغیر میں ستر فیصد سے زیادہ اور پورے عالم اسلام میں اسی فیصد ہے ان تک ان کا پیغام نہ پہنچایا جاسکا۔

ایم اے اسلامیات خالصتاً مذہبی مضمون ہے۔ جس کا تعلق مذہب سے اتنا ہی گہرا ہے جتنا کہ درس نظامی کے مدارس کے نصاب کا۔ اس خالصتاً مذہبی نصاب میں شامل تمام کتابیں ان لوگوں کی ہیں جو امام احمد رضا کے دشمن ہیں دوسرے لفظوں میں حقیقی اسلام اور فقہ حنفی اولیاء وصوفیاء کے مسلک کے دشمن ہیں جن کی تعداد کل آبادی کا پچیس فیصد کے قریب ہے۔ انہوں نے چالاکی ہوشیاری سے ایسے چھوٹے موٹے اور خود ساختہ مولویوں کی کتابوں کو کورس میں شامل کیا ہے اور آج وہ وقت کے امام بن رہے ہیں۔ نئی نسل کو اس کے حقیقی بزرگوں سے دور کرنے کی اس گھناؤنی سازش کے خلاف کسی عالم دین نے آواز نہیں اٹھائی۔ عوام اہل سنت کے خون جگر سے چلنے والی مذہبی تنظیموں کے رہنماؤں نے کبھی کوشش نہیں کی۔ کسی نے بھی یونیورسٹیوں کے نصابی کمیٹیوں سے کبھی رابطہ نہیں کیا۔ کسی نے بھی کبھی اس کے متعلق کسی بھی دور حکومت میں وزیر تعلیم سے مطالبہ نہ کیا، کسی نے بھی اس خالصتاً مسئلے پر کبھی احتجاج نہیں کیا۔ چونکہ اخبارات اور رسائل کو بیانات جاری کرنا سیاسی عمل کا ایک اہم حصہ ہے تو ہماری مذہبی تنظیموں نے اس کے متعلق کبھی سیاسی بیان بھی جاری نہیں کیا کہ یونیورسٹیوں کے نصاب میں اہل سنت کی کتابوں اور مصنفوں کو شامل کیا جائے۔

شیعہ جو کل آبادی کے تقریباً پندرہ فیصد اور مودودی جو کہ کل آبادی کا دو فیصد ہیں ان کی کتابیں ان کے جانشینوں اور مذہبی رہنماؤں نے شامل کرالیں۔ غیر مقلدین جو کہ کل آبادی کا دو فیصد بھی نہیں ان کی کتابیں شامل ہیں۔ دیوبندی جو کہ کل آبادی کا ۲۲ فیصد ہوں گے کی کتابیں شامل ہیں۔ ان کے رہنماؤں نے علماء نے اپنے مصنفوں اور اکابرین کی کتابیں شامل کرالیں جب کہ اہل سنت جو کہ کل آبادی کا ۶۵ فیصد ہیں ان کے کسی مصنف کی کوئی کتاب شامل نصاب نہیں، حتیٰ کہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی بھی کسی تصنیف کو اور علمائے اہل سنت کی کتابوں کو نا قابل قبول اور غیر معیاری بتایا گیا ہے۔ لیکن علماء کرام اور مذہبی سیاستدانوں اور اہل سنت کے عوام جن کی آواز پر اپنی جانوں کو قربان کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں انہوں نے اس قدر غفلت کا مظاہرہ کر کے آنے والی نسلوں کے بارے میں نہ سوچا کہ وہ کیا کر رہی ہیں؟ وہ کیا پڑھ رہی ہیں، کیا سیکھ رہی ہیں؟ اور یونیورسٹی میں اس نصاب کو پڑھنے والے طالب علم وہ ہوتے ہیں جن کے رہنما و قائد اپنے آپ کو امام احمد رضا

کا پیرو کہتے ہیں مگر عملی طور پر وہ کردار رضا کو، افکار رضا کو مسلمانوں تک پہنچانے میں ناکام رہے ہیں اور اہم مسئلہ جس کی طرف میں عوام وخواص کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں وہ سکولوں کا نصاب ہے۔ جس میں ہمیشہ بچوں کو ان کے اکابر مذہبی وملی رہنماؤں، محسنوں کے بارے میں آگاہ کیا جاتا ہے تاکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان بچوں کے ذہنوں میں ان لوگوں کی محبت اور عزت کی جڑیں مضبوط ہوتی چلی جائیں۔

کتابوں میں جن لوگوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے مثلاً رشید احمد گنگوہی، اشرفعلی تھانوی، قاسم نانوتوی، شبیر عثمانی، عبیداللہ سندھی، سید احمد بریلوی، اسماعیل قتیل وغیرہ۔ ایک طرف تو اسی فیصد ملکی آبادی ان لوگوں کی اسلام دشمنی اور پاکستان دشمنی کو بالکل نہیں جانتی۔ ہمارے علماء نے ''تحریک بالاکوٹ'' کے بارے میں حقائق کو عوام اہل سنت کے سامنے صحیح طرح سے پیش نہ کیا۔ ''سید احمد بریلوی'' جسے مجدد کہا جاتا ہے، اس کے چہرے سے یہ نقاب نہ اتارا ''جمعیت علماء ہند'' کے علماء اور دیگر پاکستان کے خلاف سازشوں کو عوام اہل سنت کے سامنے لانے کی کبھی کوشش نہیں کی۔

دوسری طرف یہ ظلم کیا گیا کہ انتہائی اہم معاملہ میں اس قدر چشم پوشی کی گئی کہ ہماری نئی نسلیں ہم سے سوال کر رہی ہیں کہ اگر یہ لوگ ہمارے اصلی رہنما نہیں ہیں تو جو اصلی رہنما ہیں ان کے کردار کو کیوں تہہ خانوں میں اتارا گیا ہے۔ کتابوں، رسالوں، اخباروں میں شامل کیوں نہیں کرایا جاتا تو اس کا جواب کسی بھی مذہبی، سیاسی، مسلکی تنظیم اور شخصیت کے پاس موجود نہیں ہے۔

اگر شیعہ محرم کے متعلق سبق کو کورس میں شامل کرا سکتے ہیں تو ہم عید میلاد النبی، گیارہویں شریف کے تذکرہ کی شمولیت کے لئے کوششیں کیوں نہیں کرتے۔ حضور غریب نواز، حضور داتا گنج بخش، امام احمد رضا، مفتی اعظم ہند پیر مہر علی شاہ، شاہ عبدالعلیم، پیر جماعت علی شاہ وغیرہم کا ذکر نصاب کی کتابوں میں کیوں نہیں ملتا جنہوں نے اپنے عمل تحریر و تقریر کے ذریعے پورے ہندوستان و پاکستان میں تبلیغ اسلام کی، امن و آشتی کا پرچار کر کے دنیا بھر میں ان ممالک کا نام اونچا کیا۔

دراصل ہمارے ذاتی اختلافات ہمارے لئے اس قدر اہمیت اختیار کر چکے ہیں کہ ہم

اہم ملی، ملکی، مسلکی ذمہ داریوں کے بارے میں لاعلم ہیں۔ ہم اپنی اپنی تنظیموں کو مضبوط کرنے کے چکر میں دوسرے اپنے ہی ہم مسلک رہنماؤں کے خلاف اتنی سازشیں کر جاتے ہیں جس کا ہمیں اندازہ ہی نہیں ہوتا، خیال ہی نہیں ہوتا بلکہ سیاسی چکر میں ایسے پڑ گئے ہیں کہ اپنی مذہبی ذمہ داریوں کو بھی سیاسی رنگ دے دیا گیا ہے۔ ورنہ یہ سب کچھ ہوسکتا ہے۔

شیعہ آبادی کا کل پندرہ فیصد کی اگر الگ اسلامیات پورے ملک میں رائج ہوسکتی ہے تو کل آبادی ۶۵ فیصد کی مرضی کا نصاب اور سلیبس کیوں نہیں ہوسکتا۔ ہوسکتا ہے اگر کوشش کرے کوئی احتجاج کرے، کوئی جاگے تو پھر، دراصل حکومتیں اور یونیورسٹیاں اور بورڈ تو اس بات کا انتظار کرتی ہیں کہ جو ہم سے کوئی مطالبہ کرے وہ ہم کریں گے۔ جن لوگوں نے اپنے اکابرین کو نصاب اور سلیبس میں شائع کرانا تھا انہوں نے کرالیا۔ ہمارے اکابرین نے اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی کیونکہ ان کی ساری صلاحیتیں اس وقت زائل ہوجاتی ہیں جب اگر ایک کوئی اس طرف کوشش کرے تو اپنا ہی ہم مسلک، تنظیم یا شخصیت اس کی مخالفت پر اتر آتی ہے۔ اس کا تماشا دیکھنا شروع کر دیتی ہے اس کا مذاق اڑانا شروع کر دیتی ہے حالانکہ اسے اس طرح کے مذہبی معاملات میں ساتھ ملنا چاہئے، ہاتھوں کو مضبوط کرنا چاہیے قوت بن کر، مجاہدین بن کر، مخلص بن کر، ذمہ دار بن کر اس کا ساتھ دینا چاہیے۔

یہی وہ بیماریاں ہیں جس کی وجہ سے ہم تقسیم در تقسیم ہو رہے ہیں۔ مسلسل غفلت و لاپرواہی، مسلمانوں کو مذہب اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا رہی ہے۔ یہ کسی فرد واحد کی نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ کی بیماری ہے۔ یقیناً یہ بھی ایک کارنامہ ہے میرا خیال ہے کہ اس قدر غفلت کا مظاہرہ کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ بذات خود ناقابل فراموش کارنامہ ہے۔ یقیناً ہمارے ان اکابرین کا تذکرہ تو کورس اور سلیبس کا حصہ نہ بن سکا، دنیا امام احمد رضا کے کارناموں سے آگاہ تو نہ ہوسکی لیکن ہماری غفلت کا یہ کارنامہ ہمیشہ کے لئے اپنے اثرات مرتب کر رہا ہے۔ تاریخ کے مستقل باب کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ ہماری باہمی جنگ نصاب، سلیبس کا حصہ بھی بنے گی یہی ہماری مذہبی تنظیموں کا، علماء کا اور ہمارا ناقابل فراموش کارنامہ ہے۔

(بشکریہ ہفت روزہ ''دین'' ۱۱ اپریل تا ۱۷ اپریل ۲۰۰۱ء)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ
ولادت، بچپن و دیگر مختصر سوانح وحالات

(حضرت مولانا ابوالفتح مدظلہ العالی)

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے جہاں میں دیدہ ور پیدا

اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء بریلی (یوپی) میں ہوئی۔ پیدائشی نام محمد اور تاریخی نام ''المختار'' ہے۔ جد امجد حضرت مولانا رضا علی خان نے آپ کا نام ''احمد رضا'' رکھا۔ خود اعلیٰ حضرت نے اپنی ولادت کا سن ہجری اس آیہ کریمہ سے نکالا ہے۔ ''اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ'' یعنی یہ ہیں وہ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی پسندیدہ روح سے ان کی مدح فرمائی''۔

آپ کے والد ماجد کا نام ''محمد نقی علی خاں'' تھا۔

آپ نسباً پٹھان، مسلکاً سنی، مذہباً حنفی، مشرباً قادری تھے۔

آپ کے آباؤ اجداد قندھار کے موقر قبیلہ بڑہیچ کے پٹھان تھے۔ شاہان مغلیہ کے عہد میں وہ لاہور آئے اور معزز عہدوں پر ممتاز ہوئے پھر وہاں سے دہلی آئے اور معزز عہدوں پر فائز رہے۔

اعلیٰ حضرت نے چار سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ ختم کرلیا اور چھ سال کے تھے کہ ماہ ربیع الاول میں منبر پر بیٹھ کر بہت بڑے مجمع میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ خیال ہوا کہ قرآن مجید حفظ کرلیا جائے چنانچہ ایک ماہ کی قلیل مدت میں پورا قرآن مجید حفظ کرلیا۔

اعلیٰ حضرت نے اپنی خداداد ذہانت اور فطری ذکاوت کی بناء پر ۱۳، ۱۴ سال کی عمر میں علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی، اعلیٰ حضرت کے ابتدائی تعلیم میں ہم سبق مولانا احسان حسین فرماتے ہیں کہ:

شروع ہی سے آپ کی ذہانت کا یہ عالم تھا کہ استاد سے کبھی چوتھائی سے زیادہ کتاب نہ پڑھی، چوتھائی کتاب پڑھنے کے بعد تمام کتاب از خود پڑھ کر اور یاد کر کے سنا دیتے۔

اردو، فارسی کی کتاب پڑھنے کے بعد علم صرف کی میزان منشعب وغیرہ کی تعلیم مرزا غلام قادر بیگ سے حاصل کی۔ پھر تمام دینیات کی تعلیم اپنے والد حضرت مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ سے مکمل کی۔ تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں تفسیر، حدیث، کلام، فقہ وغیرہا تمام علوم دینیہ کی تکمیل کر لی اور ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ میں دستار فضیلت سے مشرف ہوئے اور اسی دن مسئلہ رضاعت سے متعلق ایک فتوئی لکھ کر اپنے والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا۔ جواب بالکل صحیح تھا والد صاحب نے جودت ذہنی دیکھ کر اسی وقت سے افتاء کا کام آپ کے سپرد کر دیا جو آخری وقت تک متواتر چون سال جاری رہا۔ تمام عمر درس وتدریس، افتاء وتصنیف میں بسر ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق تھا۔ ذکر وفکر کی ہر مجلس میں تصور رسالت سے ذہن شاداب رہتا تھا، اپنے دین متین کے ہر گوشہ کو محبت رسول میں سمو دیا، عظمت رسول میں تنقیص کرنے والوں کا عاشقانہ غیرت سے احتساب کیا۔ علم وعمل کے ہر پہلو میں عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اجاگر کیا۔ عرب وعجم کے علماء نے آپ کی تکریم کی۔ شرق وغرب میں آپ کا علمی اور روحانی فیض جاری ہو گیا۔

علوم وفنون

اعلیٰ حضرت علوم قدیمہ وجدیدہ کے منتہی تھے۔ بعض علوم پر بغیر استاد کے ملکہ حاصل ہوا جن علوم پر آپ کو مکمل دسترس تھی ان کی تعداد کم وبیش پچپن ہے۔

(۱) علم قرآن (۲) علم حدیث (۳) اصول حدیث (۴) اصول فقہ (۵) فقہ (۶) جدل (۷) تفسیر (۸) عقائد (۹) کلام (۱۰) نحو (۱۱) صرف (۱۲) معانی (۱۳) بیان (۱۴) بدیع (۱۵) منطق (۱۶) مناظرہ (۱۷) فلسفہ (۱۸) تکسیر (۱۹) ہیئت (۲۰) حساب (۲۱) ہندسہ (۲۲) قرأت (۲۳) تجوید (۲۴) تصوف (۲۵) سلوک (۲۶) اخلاق (۲۷) اسماء الرجال (۲۸) سیر (۲۹) تاریخ (۳۰) لغت (۳۱) ادب (۳۲) ارثماطیقی

(۳۳) جبر ومقابلہ (۳۴) حساب سینی (۳۵) لوگاثمات (۳۶) توقیت (۳۷) مناظر ومرایا (۳۸) اکر (۳۹) زیجات (۴۰) مثلث کروی (۴۱) مثلث مسطح (۴۲) ہیئت جدیدہ (۴۳) مربعات (۴۴) جفر (۴۵) زائرجہ (۴۶) علم الفرائض (۴۷) عروض وقوافی (۴۸) نجوم (۴۹) اوفاق (۵۰) فن تاریخ (اعداد) (۵۱) نظم ونثر اردو (۵۲) نظم ونثر فارسی (۵۳) نظم ونثر عربی (۵۴) نظم ونثر ہندی (۵۵) خط نسخ وخط نستعلیق"۔ گویا اعلیٰ حضرت علوم وفنون کے انسائیکلوپیڈیا تھے۔

اعلیٰ حضرت کی تصانیف کا کسی قدر تذکرہ

حدیث میں آپ نے پینتالیس کتابیں لکھیں، جن میں صحاح ستہ کی شروح پر حواشی بھی شامل ہیں، یعنی عمدۃ القاری، ارشاد الساری، فتح الباری، پر حواشی لکھے۔ عقائد وکلام پر آپ کی تصانیف کی تعداد بائیس ہے۔ فقہ اور تجوید پر آپ کی سترہ تصانیف ہیں۔ تصوف، اذکار، اوقات وتعبیر کے علوم پر آپ نے نو کتابیں تصنیف فرمائیں۔ تاریخ، سیرت اور مناقب میں گیارہ کتابیں لکھیں، ادب، نحو، لغت وعروض کے موضوع پر آپ نے چھ، علم زریجات میں سات، علم جعفر وتکسیر میں گیارہ، علم جبر ومقابلہ میں چار، علم مثلث، ارثماطیقی، ہندسہ، ریاضی میں اٹھائیس کتابیں تحریر کیں۔ فلسفہ اور منطق میں چھ کتابیں لکھیں، فلکیات و ارضیات میں ایک کتاب "سکون زمین" اور دوسری "سورج کی گرہن کے ثبوت میں قلمبند فرمائی، غرض ایک ایک موضوع پر کئی کئی تصانیف ہیں۔

آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ

جو بارہ جلدوں پر مشتمل ہے (موجودہ تینتیس ۳۳)۔ بے شمار علمی تحقیقات کا گنجینہ ہے، اس میں بے شمار ایسے فتاویٰ موجود ہیں جن میں آپ نے مسئلہ کو نہ صرف دلائل سے مبرہن کیا، بلکہ اقوال آئمہ سے بھی مزین کیا۔ مثلاً حرمت سجدہ تحیہ (تعظیمی سجدہ کی حرمت) کے ثبوت میں آپ نے متعدد آیات، چالیس احادیث اور ڈیڑھ سو نصوص فقہیہ پیش فرمائیں)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دافع البلاء کہنے کے جواز پر ایک مستقل کتاب الامن والعلیٰ لکھی اور اس کو دو بابوں میں منقسم فرمایا۔ پہلے باب میں آیات اور ساٹھ حدیثیں ذکر فرمائیں اور دوسرے باب میں چوالیس آیتیں اور دو سو اٹھارہ حدیثیں ذکر فرمائیں۔

جواز استمداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، انبیاء، اولیاء سے دعا مانگنے پر تینتیس حدیثیں اور متعدد اقوال ذکر فرمائے۔

''انوار الانتباہ'' میں ندائے یا رسول اللہ کے جواز پر احادیث کے علاوہ پینسٹھ اقوال علماء سے استشہاد فرمایا۔

غرضیکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصنیفات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ فقہ وکلام میں ایک عظیم مقام رکھتے تھے اور آپ نے مسائل کا استنباط اور استخراج دلائل شریعہ اور اقوال آئمہ سے یکساں طور پر کیا ہے۔

فتنہ نجدیت کا قلع وقمع

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو اللہ تعالیٰ نے فتنہ نجدیت کے ابطال کے لئے منتخب فرمایا۔ نجدی تحریفات سے جو مسائل دھندلا چکے تھے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ان کی آب وتاب کو زندہ فرمایا۔ استحالہ کذب باری تعالیٰ سبحانہ وتعالیٰ کے جھوٹ بولنے کے محال ہونے، ختم نبوت سید المرسلین، فضائل نبوت اور ناموس رسالت وغیرہ یہ وہ مسائل ہیں جنہیں نوزائیدہ مذاہب والے اپنی اہواء باطلہ کا نشانہ بنا رہے تھے۔ اس طوفان بے تمیزی میں اعلیٰ حضرت غیرت دینی کی چٹان بن کر ابھرے اور خودساختہ مذاہب کی طوفانی لہروں کا منہ پھیر دیا۔ عقائد اسلام کے جو ارکان مرجھا چکے تھے ان کے احیاء کے لئے آپ نے جو کتابیں تصنیف فرمائیں ان میں چند یہ ہیں:

(۱) سبحان السبوح (۲) تمہید ایمان (۳) حسام الحرمین (۴) الکوکبۃ الشہابیہ
(۵) خالص الاعتقاد (۶) انباء المصطفیٰ (۷) تجلی الیقین وغیرہا۔

اور اعمال صالحہ کے احیاء کے لئے فتاویٰ رضویہ آپ کی رفعت علمی، فقہی وکلامی بصیرت پر شاہد وعادل ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شان رفیع کا اندازہ اس ایک مثال سے کیا جاسکتا ہے کہ استحالہ کذب (باری تعالیٰ کے جھوٹ بولنے کے محال ہونے) پر تمام متقدمین علماء نے پانچ دلیلیں ارقام فرمائی ہیں جبکہ اکیلے اعلیٰ حضرت نے اصل مسئلہ پر پچیس دلیلیں قائم فرمائیں۔

یہ تو صرف ایک مثال ہے ورنہ اعلیٰ حضرت کی تمام تحقیقی مجلدات اس شان افادیت سے مالا مال ہیں جب آپ کسی مسئلہ پر تقریر کرتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ دلائل و

براہین کا ایک نہ تھمنے والا سیلاب ہے جو ہر نقش باطل کو مٹاتا چلا جائے گا۔

اعلیٰ حضرت اور اشرف علی تھانوی

اشرف علی تھانوی صاحب سے کسی نے پوچھا کہ جس طرح اذان میں نام اقدس پر انگوٹھے چومے جاتے ہیں کیا اس طرح اقامت میں بھی نام مقدس پر انگوٹھے چومنا جائز ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اقامت تو بجائے خود اذان میں بھی انگوٹھے چومنا جائز نہیں، اعلیٰ حضرت نے اس جواب کو تیس سے زائد وجوہ سے رد کیا۔ ہم ذیل میں تھانوی صاحب کا فتویٰ اور اس پر اعلیٰ حضرت کے تعاقب کی ایک جھلک پیش کرتے ہیں۔

تھانوی صاحب کا فتویٰ

اول تو اذان ہی میں انگوٹھے چومنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں اور جو کچھ بعض لوگوں نے اس بارے میں روایت کیا ہے وہ محققین کے نزدیک ثابت نہیں چنانچہ شامی بعد نقل اس عبارت کے لکھتے ہیں: **وذکر ذلک الجراحی و اطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل ھذا شیء** (انتہی شامی جلد اول ص ۲۶۷) مگر اقامت میں تو کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہیں ہے، پس اقامت میں انگوٹھے چومنا اذان کے وقت سے بھی زیادہ بدعت اور بے اصل ہے۔ اسی واسطے فقہاء نے اِس کا بالکل انکار کیا ہے۔ یہ عبارت شامی کی ہے۔ **ونقل بعضھم ان انفھسانی ھامش نسخۃ ان ھذا مختص بالاذان واما فی الاقامۃ فلم یوجد بعد الاستقصاء التام،**

(ص ۲۶۷ جلد ا فتاویٰ امدادیہ جلد ۴ ص ۵۷)

اب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تعاقب ملاحظہ فرمایئے:

(۱) تقبیل ابھامین (انگوٹھے چومنا) حدیث موقوف سے ثابت ہے اور اس باب میں کوئی صحیح مرفوع حدیث وارد نہیں اور جب تقبیل ابہامین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے تو یہ عمل کے لئے کافی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفاء راشدین کی اطاعت کو لازم قرار دیا ہے۔

(۲) صحیح حدیث کی نفی سے معتبر حدیث کی نفی سمجھ لینا، جیسا کہ تھانوی صاحب نے اس فتویٰ میں کہا کہ تقبیل فی الاذان (اذان میں انگوٹھے چومنا) کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں ہے۔ فن حدیث سے جہالت پر مبنی ہے۔ کتب رجال میں جا بجا مذکور ہے۔ **یعتبر بہ**

و لا یحتج بہ اور فضائل اعمال میں احادیث معتبرہ بالاجماع کافی ہیں اگر چہ صحیح بلکہ حسن بھی نہ ہوں۔

(۳) تھانوی صاحب نے اذان میں انگوٹھے چومنے کو بدعت قرار دیا حالانکہ جس جگہ کی عبارت نقل کی ہے اس سے متصل شامی نے بیان کیا کہ اذان میں انگوٹھے چومنا مستحب ہے اور استحباب کو قہستانی نے فتاویٰ صوفیہ اور کنز العباد سے بھی نقل کیا۔ ملاحظہ ہو۔

یستحب ان یقال عند سماع الاولی من الشهادة صلی الله علیك یا رسول الله وعند الثانیة فیها قرة عینی بك یا رسول الله، ثم یقول اللهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفر الا بهامین علی العینین فانه علیه السلام قائدا له الی الجنة كذا فی كنز العباد اهم قهستانی ونحوه فی الفتاویٰ الصوفیة ۔

ترجمہ: ''جب اذان میں پہلی دفعہ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللہِ سنے تو کہے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ اور جب دوسری بار سنے تو کہے قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ (میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ کی وجہ سے ہے یا رسول اللہ) پھر دونوں انگوٹھے آنکھوں پر رکھنے کے بعد کہے: اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ پس اس شخص کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی طرف قیادت فرمائیں گے۔ اسی طرح (کتاب) کنز العباد، قہستانی، اور فتاویٰ صوفیہ میں ہے''۔

اس عبارت کو تھانوی صاحب گول کر گئے تاکہ اذان میں انگوٹھے چومنے کو بدعت قرار دینے کا جواز پیدا ہو سکے اور قہستانی کی وہ مجہول نقل کر دی جس میں انہوں نے یہ ذکر کیا کہ مجھے اقامت میں انگوٹھے چومنے کی روایت نہیں ملی۔

(۴) تھانوی صاحب نے سلب کلی کر دیا کہ اذان میں تقبیل (چومنا) کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں۔ حالانکہ ایک ہزار سے زیادہ کتب فقہ میں یہ روایت موجود ہے۔

(۵) قہستانی کی نقل مجہول ہے اور خود شامی نے جلد۲ ص۵۱۲ پر تصریح کی ہے۔ نقل مجہول مقبول نہیں ہوتی۔ **لا یکفی فی النقل لجهالة ۔**

(۶) **علی التنزل** اگر اس نقل کو قبول کر بھی لیا جائے تو یہ نفی روایت ہے روایت نفی تو نہیں ہے اور تھانوی صاحب کو غالباً یہ معلوم نہیں کہ نفی ثابت کرنے کے لئے روایت نفی کی

ضرورت ہے۔ نفی روایت کی نہیں، کسی فعل کو مکروہ ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس فعل پر نہی خاص موجود ہو۔ علامہ شامی فرماتے ہیں: **لا یلزم منه ان یکون مکروها الا بنهی خاص لان الکراهة حکم شرعی فلا بدله من دلیل ۔** یعنی بغیر نہی خاص کے کوئی فعل مکروہ نہیں ہوتا کیونکہ کراہت حکم شرعی ہے۔ اس کے لئے دلیل خاص ضروری ہے۔ (ردالمحتار جلد۱ ص۶۸۴)

پس اقامت میں تقبیل (چومنے سے) روکنے کے لئے نہی بالخصوص ضروری ہے۔ **وبدونه شرط الفساد** محض ثبوت کی روایت کا نہ ملنا اس کی کراہت کے لئے کافی نہیں۔ صاحب بحر الرائق فرماتے ہیں:

لایلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة اذلا بدلها من دلیل خاص

یعنی ترک مستحب سے کراہت لازم نہیں آتی کیونکہ اس کے لئے دلیل خاص کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس نفی روایت سے کچھ نہیں بنتا جب تک کہ روایتِ نفی نہ ہو۔

(البحر الرائق جلد۲ ص۱۷۶)

اقامت میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا نام اقدس کی تعظیم ہے اور اس کا منشاء بھی موجود ہے۔ پس اقامت میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا ادب و تعظیم کے قبیل سے ہے۔

محقق علی الاطلاق ابن ہمام فرماتے ہیں:

کل ما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا ۔

یعنی ہر وہ کام جو ادب اور تعظیم میں داخل ہو حسن ہے۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جو ہر منظم میں فرماتے ہیں:

تعظیم النبی صلی الله علیه وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیها مشاركة الله تعالی ...... فی الالوهیة امرٌ و مستحسنٌ عند من نور الله ابصارهم ۔

''یعنی تمام انواع تعظیم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنا جن میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں مشارکت نہ ہو، اہل بصیرت کے نزدیک امر مستحسن ہے''۔

خلاصۃ الکلام یہ ہے کہ اذان میں تقبیل مذکور (مذکورہ چومنا) ثابت ہے اور اقامت میں جائز اور مستحسن ہے۔ جائز اس لئے ہے کہ اس کی نفی ثابت نہیں ہے اور مستحسن اس وجہ

سے ہے کہ یہ تعظیم رسول کا ایک جز ہے اور تعظیم رسول کم از کم مستحسن ہے۔

(موصلہ فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۴۸۳ تا ۴۹۶)

اعلیٰ حضرت اور خلیل احمد انبیٹھوی

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے ''براہین قاطعہ'' مصدقہ گنگوہی میں سنت اور بدعت کا فقہی ضابطہ بڑے فخر کے ساتھ اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اس ضابطہ کا کئی وجہ سے احتساب کیا ہے۔ ہم انبیٹھوی صاحب کا ضابطہ بیان کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت کے احتساب کا کچھ ملخص (خلاصہ) پیش کریں گے۔

مولوی انبیٹھوی صاحب لکھتے ہیں:

حاصل یہ ہوا کہ جس جواز کی دلیل قرون ثلاثہ میں ہو خواہ جزئیہ بوجوہ خارجی ان قرون میں ہو یا نہ ہو اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج میں ہو یا نہ ہو وہ سب سنت ہے اور وہ بوجہ شرعی ان قرون میں موجود ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو خواہ ان قرون میں بوجوہ خارجی ہو یا نہ ہو وہ سب بدعت ضلالت ہے۔ اس قاعدہ کو خوب سمجھ لینا ضروری ہے۔ مولف اور اس کے اشیاع نے اس کی ہوا بھی نہ سونگھی۔ اس عاجز کو اپنے اساتذہ جہابذہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے۔ اس جوہر کو اس کتاب میں ضرورۃً رکھتا ہوں کہ موافقین کو نفع اور مخالفین کو شاید ہدایت حاصل ہو۔ الخ۔ (ملخصاً براہین قاطعہ ص ۲۸ تا ۲۹)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کا تعاقب

مولوی انبیٹھوی صاحب نے اپنے اس کلام میں جواز شرعی کی دلیل کے وجود وعدم کا سنت وبدعت میں حصر عقلی کر دیا۔ پس استحباب، اباحت اور کراہت تنزیہی ان تمام احکام کی نفی ہو گئی کیونکہ جس امر کے وجود کی دلیل شرعی پائی گئی وہ سنت ہے۔ استحباب اور اباحت کے ثبوت کی کوئی گنجائش نہ رہی اور جس امر کے جواز کی دلیل شرعی نہ پائی گئی وہ بدعت وضلالت ہو گا پس کراہت تنزیہی کا رفع ہو گیا۔ (موصلہ فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۴۵۸ تا ۴۵۹)

ایک اہم واقعہ

علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین مرحوم بلند پایہ ریاضی دان تھے۔ یورپ کے تعلیم یافتہ تھے، اتفاق سے انہیں ریاضی کے ایک مسئلہ میں مشکل پیش آئی اور اس کے حل کے لئے جرمنی جانے کا ارادہ کیا مگر مولانا سید سلیمان اشرف بہاری ناظم

شعبہ دینیات، علی گڑھ ان کو اعلیٰ حضرت کے پاس لے گئے۔ اعلیٰ حضرت نے کہا، مسئلہ بیان کیجئے۔ ڈاکٹر صاحب نے مسئلہ پیش کیا۔ اعلیٰ حضرت نے فوراً مسئلہ حل کر دیا۔ جواب سنتے ہی ڈاکٹر صاحب مجسمہ حیرت بن گئے۔ بے اختیار پکار اٹھے میں سنا کرتا تھا کہ علم لدنی بھی کوئی شے ہے۔ آج آنکھوں سے دیکھ لیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا، جیسے آپ اس مسئلہ کے حل کو کسی کتاب سے دیکھ رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے پوچھا: آپ نے یہ علم کہاں سے سیکھا'' تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا: ''میں نے والد ماجد سے جمع، تفریق، ضرب اور تقسیم کے قاعدے محض اس لئے سیکھے تھے کہ ترکے کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ ریاضی کی مزید تعلیم کے متعلق والد صاحب نے فرمایا ''کیوں اپنا وقت ضائع کرتے ہو، پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دیئے جائیں گے''۔ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں یہ سب سرکار رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم ہے۔ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب اعلیٰ حضرت کی علمی جلالت اور اعلیٰ اخلاق سے ایسے متاثر ہوئے کہ بریلی سے علی گڑھ آتے ہی ڈاڑھی رکھ لی اور صوم وصلوٰۃ کے پابند ہو گئے۔

اسی طرح ایک استفتاء وراثت کے بارے میں آپ کی خدمت میں لایا گیا۔ مورث اعلیٰ کی پندرہ پشتوں میں ورثہ تقسیم ہونا تھا۔ استفتاء دو فل سکیپ کاغذوں پر مشتمل تھا۔ پوچھنے والے صاحب اس استفتاء کو پڑھتے جا رہے تھے اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ انگلیوں کو حرکت دیتے جا رہے تھے۔ استفتاء کے اختتام پر فاضل بریلوی نے فرمایا کہ فلاں کا اتنا اور فلاں کا اتنا۔ غرض درجنوں وارثوں کے نام اور ان کے حصے بتا دیئے۔

فن تاریخ گوئی میں آپ کو نہایت کمال حاصل تھا جو کتاب بھی لکھتے اس کے نام سے کتاب لکھنے کا مقصد بھی سامنے آ جاتا اور تاریخ تصنیف بھی نکل آتی۔

ایک مرتبہ علمائے مکہ نے علم غیب سے متعلق چند سوال آپ کی خدمت میں پیش کئے اور صرف دو دن میں ان کا جواب لکھنے کا مطالبہ کیا، طبیعت ناساز اور امدادی کتب موجود نہ ہونے کے باوجود محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان تمام سوالات کے مدلل جوابات صرف آٹھ گھنٹے کے اندر تحریر فرمائے جو چار صد صفحات پر مشتمل ضخیم کتاب کی صورت میں تھے۔ آپ نے اس کا نام جو تجویز کیا وہ ایسا تھا کہ اس سے موضوع کی صراحت کے علاوہ یہ بھی پتہ چلتا تھا کہ یہ کتاب کہاں تصنیف ہوئی اور کس سن میں لکھی گئی۔ اس مبارک کتاب کا نام ہے۔

''الدوله المكية بالمادة الغيبية'' ۱۲۲۳ھ
رئیس المصنفین، سرتاج العلماء، اسلام کے بطل جلیل، یگانہ روزگار و سرمایۂ افتخار ہستی جواہر البحار، شواہد الحق اور حجۃ اللہ علی العالمین جیسی ایمان افروز باطل سوز کتابوں کے مصنف علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء) نے ''الدولۃ المکیہ'' پر تقریظ لکھتے ہوئے فرمایا:

''میں نے اس (الدولۃ المکیہ) کو شروع سے آخر تک پڑھا اور تمام دینی کتابوں میں بہت زیادہ نفع بخش اور مفید پایا، اس کی دلیلیں بڑی قوی ہیں جو ایک امام کبیر اور علامہ اجل کی طرف سے ظاہر ہو سکتی ہیں۔ اللہ راضی رہے اس رسالے کے مصنف سے اور اپنی عنایتوں سے ان کو راضی کرے، اور ان کی تمام پاکیزہ امیدوں کو برلائے''۔ (الدولۃ المکیہ ص ۲۴۷)

یونہی امام الائمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ (المتوفی ۱۵۰ھ) کے آستانہ عالیہ کے اول مدرس مولانا محمد سعید بن مولانا عبدالقادر نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا موسیٰ علی شامی اور مکہ معظمہ کے مفتی شافعیہ مولانا محمد سعید بابصیل اور مکہ مکرمہ کے مفتی احناف مولانا عبداللہ بن عبدالرحمٰن سراج رحمۃ اللہ علیہم نے ''الدولۃ المکیہ'' پر تقریظ لکھتے ہوئے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اپنے اپنے تاثرات کا شاندار الفاظ میں اظہار فرمایا۔ (الدولۃ المکیہ ص ۳۱۷ وغیرہ)

اور یونہی حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء) کے خلیفہ اجل اور نامور بزرگ مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی اور محافظ کتب حرم مولانا سید اسماعیل مکی اور حرم شریف کے مدرس مولانا اسعد بن احمد دہان مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت کی دوسری تصنیف ''المعتمد المستند'' پر تقریظ لکھتے ہوئے نہایت شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش فرمایا، ان کے علاوہ عرب و عجم کے بے شمار اہل علم حضرات نے اعلیٰ حضرت کے علم و فضل کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

نعت گوئی

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نعتیں جذبات قلبیہ کا بے سروپا اظہار نہیں بلکہ آداب عشق و محبت کی آئینہ دار ہیں۔ آپ نے محاسن شعر و سخن کو جس طرح نعت و مناقب میں پرویا ہے نقادانِ فن اور محققین نے اس کی داد دی ہے۔ مگر جو چیز آپ کو سب سے ممتاز کرتی ہے وہ عروض

و قوافی میں صنعتوں اور محاسن شعری کے پھول کھلانا نہیں بلکہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

آج تک آپ کے نغمات نعت بے مثال سمجھے جاتے ہیں اور آپ کے لکھے ہوئے درود و سلام محراب و منبر پر ہی نہیں اہل اسلام کی روحوں میں سمو گئے ہیں۔ بالکل بجا اور صحیح کہا گیا ہے کہ تمام زبانوں اور تمام زمانوں کا پورا نعتیہ کلام ایک طرف اور شاہ احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا سلام ؎

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

ایک طرف دونوں کو ایک ترازو میں رکھا جائے تو احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے سلام کا پلڑا پھر بھی جھکا رہے گا۔

ایک مرتبہ چند احباب نے اعلیٰ حضرت سے درخواست کی کہ آپ ایسی نعت تحریر کریں جو چار زبانوں پر مشتمل ہو تو اعلیٰ حضرت نے مندرجہ ذیل نعت تحریر فرمائی:

لَمْ یَاتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ مثلِ تو نہ شُد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

یہ نعت جہاں اس عاشق رسول کی عقیدت و ارادت کو ظاہر کرتی ہے وہاں شعر و سخن کی دنیا میں قادر الکلامی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔

اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن ''کنز الایمان'' سے متعلق کچھ معروضات

یہ ایک حقیقت ہے کہ اردو ترجمہ قرآن کی ضرورت کو احسن طور پر پورا کرنے کی سعادت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی کو نصیب ہوئی۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء میں قرآن مجید کا جیتا جاگتا اردو ترجمہ پیش کیا اور دیوبندیوں میں مولوی محمود الحسن کا ترجمہ ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء میں مکمل ہوا اور ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء میں منظر عام پر آیا۔ مولوی اشرف علی تھانوی، ابوالکلام آزاد، عبدالماجد دریا آبادی، مودودی صاحب کے تراجم (مع تفسیر) تو بہت بعد کی چیزیں ہیں۔

اعلیٰ حضرت کا ایک عظیم ترین کارنامہ اور علمی شاہکار قرآن حکیم کا اردو ترجمہ ہے جو ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' کے نام سے موسوم ہے۔ تمام اردو تراجم قرآن مجید کے سامنے رکھ لیجئے اور اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کے ساتھ ان کا تقابلی مطالعہ کیجئے۔ آپ واضح ترین فرق و امتیاز محسوس کریں گے، اعلیٰ حضرت کا ترجمہ لغوی، معنوی، ادبی اور علمی کمالات کا جامع ترین مرقع ہے۔ اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو عربیت اور قرآن فہمی کا کس قدر

ملکہ حاصل تھا۔

اب چند مقامات کے ترجمہ کا دوسرے تراجم سے موازنہ پیش کیا جاتا ہے تا کہ اہل بصیرت پر اس ترجمہ کی اہمیت وافادیت واضح ہو جائے۔

آیت نمبر۱: اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ (البقرة ۱۷۳)

مولوی اشرف علی تھانوی نے آیت زیرِ نظر کا ترجمہ یوں کیا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے تو تم پر صرف حرام کیا ہے مردار کو اور خون کو (جو بہتا ہو) اور خنزیر کے گوشت کو (اسی طرح اس کے سب اجزاء کو بھی) اور ایسے جانور کو بھی جو (بقصد تقرب) غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو''۔

آیت مذکورہ میں ''اھل اھلال'' سے ہے اور اھلال کے لئے تھانوی صاحب نے ''نامزد'' کا لفظ استعمال کیا ہے حالانکہ لغت اس کی تائید نہیں کرتی۔ تھانوی صاحب کے بعد ان کے گروہ فکر کے تمام مترجمین حتیٰ کہ مولوی عبدالماجد دریا آبادی بھی ''اھلال'' کے لئے یہی نامزد کا لفظ ایسے استعمال کرتے ہیں جیسے یہ لغت کا مستند ترجمہ ہے۔

برصغیر میں قرآن مجید کا دوسری زبانوں میں ترجمہ پیش کرنے والوں میں امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو اولیت حاصل ہے۔ آپ نے فارسی میں قرآن کا ترجمہ کیا ہے اور آیت زیرِ نظر کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ ''وآنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر اللہ'' یعنی ذبح کے وقت جانور پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو (تو وہ حرم ہو جاتا ہے)

مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے الفاظ قرآن پاک کے اندر سورۂ بقرہ، مائدہ، انعام میں آئے ہیں۔ ناظرین کرام سے گزارش ہے کہ ہر جگہ شاہ ولی اللہ صاحب کا ترجمہ دیکھ لیجئے اور پھر خود ہی اندازہ کیجئے کہ ان کے اور تھانوی صاحب کے ترجمہ میں کتنا واضح اختلاف ہے۔ شاہ صاحب نے تھانوی صاحب کی طرح ''اھلال'' کا ترجمہ نامزد وغیرہ نہیں کیا اور جو ترجمہ لکھا ہے وہ بالکل وہی ہے جو اعلیٰ حضرت نے پیش کیا ہے۔

اب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ بھی ملاحظہ فرما لیجئے: ''اس نے یہی تم پر حرام کئے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو''۔

اب یہ دونوں ترجمے بالکل ایک دوسرے کے مطابق ہیں۔ واضح رہے کہ شاہ ولی اللہ

صاحب کا انتقال ۱۱۷۲ھ میں ہوا تھا۔

لفظ ''اھلال'' کے معنی میں اختلاف کے نتیجے میں دیوبندی مکتبہ فکر یہ مطلب اخذ کرتا ہے کہ جس جانور کو بھی غیر اللہ کے نام سے منسوب کر دیا جائے پھر چاہے ذبح کے وقت اس پر اللہ کا نام بھی پڑھ لیا جائے وہ جانور حرام ہو جائے گا جبکہ سنی مکتبہ فکر کا کہنا یہ ہے کہ آیت صرف اسی مذبوحہ جانور کو حرام کہتی ہے جس پر ذبح کرتے وقت اللہ کی بجائے غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ اصل میں سارا نزاع لفظ ''اھل'' سے پیدا ہوا۔ سنی حضرات کے نزدیک ''اھلال'' کے معنے ہیں ''رفع الصوت عند الذبح'' جبکہ دیوبندی حضرات اسے مطلق منسوب کرنے کے معنوں میں لیتے ہیں تو یہ نزاع مولوی اشرف علی تھانوی کی جدت سے پیدا ہوا ہے جو انہوں نے اس لفظ کے ترجمہ میں اپنی طرف سے کی ہے۔

آیت نمبر۲: وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ (آل عمران ۵۴)

ترجمہ مولوی محمود الحسن: ''اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے''۔

''مکر'' کے لغوی معنے خفیہ تدبیر کرنے کے ہیں مگر اردو میں یہ لفظ دھوکہ اور فریب جیسی ذلیل صفات کے اظہار کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اب خود ہی سوچئے اور پھر آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ خدا کی ذات سے ''مکر'' اور داؤ جیسے الفاظ کا استعمال کس قدر سوء ادبی (بے ادبی) کا متحمل ہے۔

اب ذرا اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے۔

''اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے''۔

آیت نمبر۳: وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (آل عمران: ۱۴۲)

ترجمہ مولوی محمود الحسن: اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت رہنے والوں کو۔

اب اس ترجمہ سے یوں ظاہر ہوتا ہے جیسے خدا کو پہلے کسی بات کا علم نہیں تھا اور یہ چیز

خدا کے عالم الغیب ہونے کے سراسر منافی ہے۔ اس لئے اعلیٰ حضرت نے ایسا انداز اختیار فرمایا ہے کہ کسی ذہن میں کسی قسم کا اعتراض پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔ اعلیٰ حضرت مندرجہ بالا آیت کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں:

''اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر کرنے والوں کی آزمائش کی''۔

آیت نمبر ۴: اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ (النساء ۱۴۲)

ترجمہ مولوی محمود الحسن: البتہ منافق دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا''۔

''دغا'' کا لفظ کس قدر رکیک لفظ ہے، اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں اور جب اس لفظ کو خدا کی ذات اقدس و اعظم سے منسوب کیا جائے تو اعدائے دین کو زبان طعن دراز کرنے کا موقعہ مل جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کس احتیاط سے یہاں ترجمانی کے فرائض نبھائے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔

''بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا''۔

آیت نمبر ۵: نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِیَهُمْ ؕ (التوبہ ۶۷)

ترجمہ مولوی محمود الحسن: ''بھول گئے اللہ کو سو وہ بھول گیا ان کو''۔

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: انہوں نے خدا کا خیال نہ کیا پس خدا نے ان کا خیال نہ کیا۔

نَسِیَ کے معنے بالارادہ اور بے ارادہ بھول جانے کے بھی ہیں اور نظر انداز کر دینے اور چھوڑ دینے کے بھی، مترجم کا فرض ہے کہ وہ ترجمہ کرتے ہوئے خدا کی شان اور عظمت کو ضرور پیش نظر رکھے۔ محمود الحسن صاحب نے ''بھول جانے'' کے الفاظ خدا سے منسوب کئے ہیں جن سے یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ معاذ اللہ، خدا کو بھی نسیان لاحق ہوسکتا ہے اس کے برعکس اعلیٰ حضرت بریلوی کا ترجمہ زیادہ واضح ہے۔ انہوں نے لغت سے ایسا مفہوم لیا ہے جو شان خداوندی کے خلاف نہیں۔ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

''وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا''۔

آیت نمبر ۶: وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْ لَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ (یوسف: ۲۴)

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: ''اور اس عورت کے دل میں تو ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ خیال ہو چلا تھا''۔

ترجمہ مولوی محمود الحسن: ''اور البتہ عورت نے فکر کیا اس کا اور اس نے فکر کیا عورت کا اگر نہ ہوتا یہ کہ دیکھے قدرت اپنے رب کی''۔

زیر نظر آیت کے تراجم پر غور کیجئے ایک تو تھانوی صاحب کا ترجمہ نہیں بلکہ اسے ترجمانی بھی نہیں کہا جا سکتا۔ دوسرے تھانوی صاحب اور محمود الحسن صاحب کے تراجم سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ زلیخا تو تکمیل خواہش پر آمادہ ہی تھی، معاذ اللہ، یوسف علیہ السلام بھی آمادہ ہو گئے تھے، حالانکہ یہ اجماعی عقیدہ عصمت انبیاء کی صریح مخالفت ہے۔ ان حضرات نے ترجمہ کرتے ہوئے ''هَمَّ بِهَا'' کے بعد آنے والے ''لَوْ'' حرف شرط کو منقطع کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ متصل ہے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ترجمہ میں یہی خوبی ہے کہ انہوں نے حرف شرط کو متصل کر کے عصمت انبیاء کے اجماعی عقیدہ کی تائید بھی کر دی ہے۔ ترجمہ لفظی بھی ہے اور کوئی لفظ زائد استعمال نہیں ہوا۔ نیز دشمنان اسلام کو اعتراض کا موقع بھی نہیں ملا۔ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ درج ذیل ہے:

''اور بے شک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا''۔

آیت نمبر ۷: كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ (یوسف ۷۶)

ترجمہ مولوی محمود الحسن: ''یوں داؤ بتا دیا ہم نے یوسف کو''۔

ترجمہ اعلیٰ حضرت: ''ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی''۔

''کــید'' کا لفظ عربی زبان میں خفیہ تدبیر کے معنوی میں استعمال ہوتا ہے۔ اسے داؤ اور فریب کے معنوں میں بھی لیا جاتا ہے مگر جب اس کی نسبت خدائے قدوس کی طرف ہو تو اس کا ترجمہ داؤ یا فریب کرنا سراسر توہین باری تعالیٰ ہے۔

اب دیکھئے کہ اول الذکر ترجمہ سے کتنے دریدہ دہنوں کو قرآن کریم پر زبان اعتراض دراز کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور ثانی الذکر ترجمہ ایسا نفیس ہے کہ کسی قسم کے اعتراض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

آیت نمبر ۸: قَالُوْا تَاللّٰہِ اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِکَ الْقَدِیْمِ ۝ (یوسف: ۹۵)

ترجمہ مولوی محمود الحسن: ''لوگ بولے قسم اللہ کی تو تو اپنی اسی قدیم غلطی میں ہے''۔

مولوی اشرف علی تھانوی: ''وہ (پاس والے) کہنے لگے کہ بخدا آپ تو اپنے اسی پرانے غلط خیال میں مبتلا ہیں''۔

ترجمہ اعلیٰ حضرت: ''بیٹے بولے خدا کی قسم آپ اپنی اسی پرانی خودرفتگی میں ہیں''۔

لفظ ''ضلال'' عربی زبان میں متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کا ایک معنی ہے ''مغلوب ہونا'' چنانچہ کہا جاتا ہے ضل الماء فی اللبن یعنی پانی دودھ میں (مخلوط ہو کر) مغلوب ہوگیا۔

جو درخت بیاباں میں تنہا ہو اس کے لئے بھی اس لفظ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں ''شجرۃ ضالۃ'' ''ضلالت'' کا لفظ گمراہی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

''ضلالت'' محبت کے معنے میں بھی مستعمل ہے چنانچہ علامہ آلوسی (مفتی بغداد، المتوفی ۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں کہ:

''ابن جریر نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ اس آیت میں ''ضلال'' کا لفظ محبت کے معنی میں ہے''۔

جب کوئی لفظ متعدد معنوں میں مستعمل ہو تو اس کے کسی ایک معنی کی تعیین مقام اور حال کے مناسبت سے کی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب اس جگہ صرف محبت کا معنی ہے۔ جس طرح اعلیٰ حضرت نے اس آیت میں ضلال کو محبت پر محمول کیا ہے۔

آیت زیر نظر میں ''ضلٰلک'' کا لفظ آیا ہے جس کے ترجمہ میں واضح اختلاف ہے۔ محمود الحسن صاحب نے اس کا ترجمہ غلطی کیا ہے۔ تھانوی صاحب نے اسے غلط خیال لکھ دیا ہے، مگر سوال یہ ہے کہ ''ضلالت'' کو غلطی کے معنوں میں استعمال کرنے کی کوئی نظیر بھی ملتی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ان حضرات نے ''گمراہی'' کی بجائے ''غلطی'' کا لفظ محض اس لئے لگایا ہے کہ پیغمبر کو گمراہ کہنا اس کی شان کے شایاں نہیں مگر ترجمہ کے لئے لغت کی تائید بھی تو ضروری ہے۔ ان کے مقابلہ میں فاضل بریلوی کا ترجمہ دیکھئے۔ انہوں نے اس کا ترجمہ ''خودرفتگی'' کیا ہے۔ لفظ خودرفتگی ایک طرف تو ادبی محاسن کا مرقع ہے۔ دوسری طرف اس

سے محبت و شیفتگی کے تمام جذبات کا اظہار ہو جاتا ہے اور بیٹے اگر یہ لفظ حضرت یعقوب علیہ السلام کے حق میں استعمال کرتے ہیں تو نازیبا بھی نہیں، پھر لغت بھی اس کی مکمل تائید کرتی ہے۔ خود قرآن حکیم میں اس کی نظیر موجود ہے۔ خدائے قدوس نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی'' اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ''ضالا'' کہا گیا ہے۔ جو حضرات آیت موضوع بحث میں ''ضلالت'' کے معنی غلطی کرتے ہیں اس طرح اس جگہ بھی ان کے یہاں اسی قسم کا ترجمہ ہوگا۔ آپ جانتے ہیں کہ نبی معصوم کے حق میں اس قسم کے الفاظ کا استعمال کتنی بڑی سوء ادبی ہے مگر اس چیز کی پروا کئے بغیر محمود الحسن صاحب نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے:

''اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سجھائی''۔

گویا معاذ اللہ! جناب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھٹکے ہوئے تھے۔ حالانکہ یہ ترجمہ امت کے اجماعی عقیدہ کے خلاف ہے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی نے یہاں بھی وہی ترجمہ کیا ہے جو شان نبوت کے شایان شان ہے۔ آپ نے لکھا ہے:

''اور تمہیں اپنی محبت میں خودرفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی''۔

چونکہ مذکورہ بالا دونوں آیات میں ضلالت کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف تھی اس لئے آپ نے اس کا ترجمہ خودرفتگی کیا ہے جو محبت کے انتہائی مقام کو ظاہر کرتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن کے جملہ محاسن و خوبیاں بیان کرنے کے لئے تو ایک ضخیم تصنیف کی ضرورت ہے کیونکہ یہ ایک وسیع موضوع ہے۔ بہر حال ان چند مثالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ قرآن میں غیر معمولی بصیرت رکھتے تھے اور پھر جہاں ان مثالوں سے ترجمہ ''کنز الایمان'' کی خوبیاں عیاں ہوئیں وہاں دوسرے تراجم کی خرابیاں اور سقم بھی واضح ہوئے۔

اب ہم اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق انیق کی کچھ اور مثالیں پیش کرتے ہیں تو لیجئے پڑھیے۔

اعلیٰ حضرت کی تحقیقات

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر صدیق سے زیادہ بہتر

اللہ تعالیٰ نے کسی کو پیدا نہیں کیا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۴۳۸)

(۲) قیامت کے دن ابوبکر صدیق کی شفاعت پیغمبروں جیسی ہوگی۔ (ایضاً)

(۳) تفضیل شیخین یعنی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی فضیلت دوسرے حضرات پر متواتر اور قطعی واجماعی ہے اور متواتر واجماع کے مقابلہ میں اخبار آحاد ہرگز نہ سنے جائیں گے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۴۶۱)

(۴) روافض نے تین لاکھ حدیثیں وضع کی ہیں یعنی اپنی طرف سے بنا کر رسول اللہ کی طرف منسوب کردیں۔ یونہی نواصب وخوارج نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں بعض حدیثیں گڑھی ہیں۔ (یہ حدیث بیان کیا کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے علی! لحمك لحمي و دمك دمي یعنی تیرا گوشت میرا گوشت اور تیرا خون میرا خون ہے) اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ موضوع جعلی و من گھڑت ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۲ ص ۳۹۷)

(۵) رافضی حضرات اہل بیت کی شان میں ایسی احادیث نقل کریں جو ان کے علاوہ کسی اور سے ثابت نہ ہوں یونہی امیر معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے وہ مناقب جو صرف ناجیوں وخارجیوں ہی کی روایت سے آئیں موضوع، جعلی، ناقابل اعتبار ہوں گی۔ (ایضاً)

(۶) بعض جاہل بول اٹھتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں۔ یہ ان کی نادانی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲ ص ۴۹۶)

(۷) جو شخص ستر ہزار بار لا الٰہ الا اللہ کہے تو اس کی مغفرت ہو اور جس کے لئے پڑھا جائے اس کی مغفرت ہو۔ اس مضمون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ امام سیوطی اپنی کتاب ''تعقبات'' باب الصلوٰۃ حدیث صلوٰۃ التسبیح میں امام بیہقی سے نقل کرتے ہیں کہ اس حدیث کو صالحین نے ایک دوسرے سے اخذ کیا اور ان کے اخذ میں حدیث مرفوع کی تقویت ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۴۰۵)

(۸) حدیث ''اکرموا العلماء فانهم ورثة الانبياء'' یعنی علماء کی عزت کیا کرو کیونکہ یہ لوگ نبیوں کے وارث ہیں'' کی دوسری حدیث سے تقویت ہوتی ہے جیسا کہ علامہ مناوی وعلامہ عزیزی نے تیسیر اور سراج المنیر میں بیان کیا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۴۰۴)

(۹) آئمہ دین نے تفضیلیہ کو یعنی ان لوگوں کو جو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو خلفاء

ثلاثہ (تین یاروں) پر فضیلت دیں روافض سے شمار کیا ہے۔

(مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین اور فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۴۶۱)

(۱۰) علامہ حافظ جلال الدین سیوطی بیداری میں پچھتر بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے بہرہ ور ہوئے اور بالمشافہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تحقیقات حدیث کی دولت پائی جیسا کہ امام علامہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی نے ''میزان الشریعۃ الکبریٰ'' میں بیان فرمایا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۴۱۵)

(۱۱) امیر معاویہ کے فضائل میں اعلیٰ حضرت نے چار رسائل تصنیف فرمائے ہیں۔

(دیکھئے فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۴۰۶ کا حاشیہ)

(۱۲) تفضیل شیخین کے خلاف حدیث صحیح بھی واجب التاویل ہے اور اگر تاویل کے قابل نہ ہو تو واجب الرد ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۴۶۱)

(۱۳) امام حسن بصری کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خرقہ پہننا بلکہ حدیث سننا ثابت نہیں۔ آئمہ محدثین کی ایک جماعت نے یونہی فرمایا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۴۴۸)

(۱۴) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صوفیاء کرام کی معمولہ صورت پر کسی کو خرقہ پہنایا یا اس کا حکم فرمایا سب موضوع وجعلی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۴۴۸)

(۱۵) زبان متاخرین میں شیعہ روافض کو کہتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۴۱۹)

(۱۶) شمس الدین ذہبی قدوۃ الفن ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۳۹۴)

(۱۷) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب ایمان نہ لائے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنی تصنیف ''شرح المطالب فی مبحث ابی طالب'' میں تین آیتوں اور پھر بیس کتب تفسیر و حدیث سے ان کی تفسیر اور پندرہ احادیث مبارکہ اور اُسی صحابہ کرام، تابعین عظام، علمائے اعلام کے ڈیڑھ سو اقوال سے نفی ایمان ابوطالب ثابت کیا ہے۔ اب جو لوگ ایمان ابی طالب ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں ان کی امام اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے۔ بہر حال اعلیٰ حضرت کی تحقیق ہی صحیح اور وہی صواب ہے۔ اور اس کے سوا جو کچھ اس کے بارے میں کسی نے لکھا ہے وہ سب باطل ہے۔

(۱۸) اولیاء کرام نے فرمایا کہ جب سے جہان آباد ہے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی پیر نہیں ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق جیسا کوئی مرید نہیں ہوا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۱۱۵)

(۱۹) اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: آج کل عام روافض تبرائی خذلہم اللہ تعالیٰ عقائد کفریہ رکھتے ہیں ان میں کوئی کم ایسا نکلے گا جو قرآن مجید میں سے کچھ گھٹ جانا نہ مانتا ہو اور حضرت امیر المومنین علی المرتضی و باقی آئمہ اہل بیت کو انبیائے سابقین علیٰ نبینا و علیہم الصلوۃ والسلام سے افضل نہ جانتا ہو اور یہ دونوں عقیدے کفر خالص ہیں اور ایسے عقیدے والے کو اس کے عقیدے پر مطلع ہو کر جو کافر نہ جانے خود کافر ہے۔ من شك فی کفرہ و عذابہ فقد کفر تو آج کل رافضیوں میں کسی ایسے شخص کا ملنا جسے ضعیف طور پر بھی مسلمان کہہ سکیں شاید ایسا ہی دشوار ہوگا جیسے حبشیوں زنگیوں میں چمپئی رنگ کا آدمی یا سفید رنگ کا کوا، ایسے رافضیوں کا حکم بالکل مثل حکم مرتدین ہے۔ کما صرح بہ فی الظهیریة والهندية والحديقة الندیہ وغیرها من الکتب الفقهیہ (فتاویٰ رضویہ جلد ۵ ص ۴۱۶ و ۴۱۷)

(۲۰) سید زادی کا نکاح ہر قریشی مرد سے خواہ وہ سید نہ ہو اور کسی عالم دین سے جو قریشی بھی نہ ہو، ہو سکتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۵ ص ۲۹۲)

(۲۱) پیری مریدی بھی استادی شاگردی ہے۔ مریدنی سے نکاح جائز ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۵ ص ۱۱۶)

(۲۲) باپ غیر کفو میں لڑکی کا نکاح کر کے دے سکتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۵ ص ۲۲۸ بحوالہ درمختار)

(۲۳) غیر کفو میں مطابق قول مفتی بہ نکاح ناجائز ہے (جبکہ عورت کے والی و وارث رضامند نہ ہوں) (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۴۳ بحوالہ درمختار)

(۲۴) غیر کفو (یعنی دوسری قوم میں) نکاح پر اگر لڑکی کے اولیاء راضی صراحتہً ہوں تو نکاح صحیح ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۸۱)

(۲۵) جو کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی، بخاری و مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے: یعنی اگر جسے کہا وہ فی الحقیقت کافر ہے تو خیر ورنہ یہ کفر کا حکم اسی کہنے والے پر پلٹ آئے گا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۱۴۰)

(۲۶) ایک جلسہ میں تین طلاقیں اکٹھی دیدی جائیں، تو جمہور صحابہ و تابعین و آئمہ اربعہ رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع ہے کہ وہ واقع ہو جاتی ہیں۔ امام شافعی یا کوئی اور امام اس کے خلاف نہیں ہے۔ دیکھئے نووی شرح مسلم۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۴۲۹)

(۲۷) روافض سے میل جول رکھنے والا فاسق ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۲۲۷)

(۲۸) جو رافضیوں میں رافضی اور سنیوں میں سنی ہو وہ منافق ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۲۳۰)

(۲۹) تلاوت قرآن کے دوران یا جمعہ کے خطبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک آئے تو زبان سے درود پڑھنے کی اجازت نہیں، دل میں پڑھیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۴۷۰)

(۳۰) دیوبندی کو استاد بنانا اس کی تعظیم کرنا کفر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۲۶۳)

(۳۱) وہابی مرتد ہیں۔ دیوبندی مرتد ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۲۶۱، ۲۶۳)

(۳۲) جو امام سازوں کے ساتھ قوالی سنے وہ امامت کے لائق نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۲۶۸)

(۳۳) نماز کے اندر تشہد میں انگلی سے اشارہ کرنا ضرور سنت ہے۔ دیکھئے تحقیق اور دلائل۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۸۶)

(۳۴) فرض نماز رمضان میں اکیلے پڑھنے والا وتر تنہا پڑھے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۵۰۱)

(۳۵) قرآن خوانی نیز کلمے شریف کے ختم پر کچھ لینا دینا کھانا کھلانا بہر صورت حرام ہے چاہے پیشگی کچھ مقرر کرے یا نہ کرے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۱، ۲۲)

(۳۶) کسی کے مرجانے پر لوگوں کی دعوت کرنا برا ہے اور مالدار لوگوں کا اس میں کچھ حق نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۱ بحوالہ فتح القدیر شرح ہدایہ)

(۳۷) ایک ولی بیک وقت متعدد مقامات میں موجود حاضر ہو سکتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۱۱)

(۳۸) کفارے کے عوض میں قرآن مجید کا جو حیلہ عوام میں رائج ہے محض باطل و بے سود ہے بلکہ بحال وصیت ثلث (تہائی) مال یا با جازت بالغ وارثوں کے اس سے زائد اور بلا وصیت جس قدر مال پر وارث عاقل بالغ چاہے، اگر کفارہ واجبہ کی مقدار کو کافی نہ ہو تھوڑا ہو تو بطریق دور پورا کریں یعنی ایک بار غریب و مسکین کو دے دیں تو اس قدر کفارہ ادا ہو گیا پھر وہ غریب و مسکین شخص اس چیز پر قبضہ کرنے کے بعد اپنی طرف سے ہبہ کر دے۔ وارث پھر فقیر و مسکین کو دے یہاں تک الٹ پھیر کریں کہ کفارہ لازمہ جو میت کے ذمہ ہے وہ ادا ہو

جائے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ص ۲۰۴)

اب اس حیلہ اسقاط کرنے میں کسی امام مسجد کا ہونا یا کسی دعا کا پڑھنا کوئی ضروری نہیں۔ یہ سب مولویوں واماموں کی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ وارث خود اکیلے اور ایک ہی غریب کے ساتھ بھی یہ کرسکتا ہے۔

(۳۹) آج کل کے رافضی قرآن مجید کو گھٹایا ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہلے نبیوں سے افضل مانتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہیں جو یہ عقائد نہ رکھتا ہو اس لئے وہ کافر و مرتد ہیں۔ ان کی نماز جنازہ حرام قطعی و گناہ شدید ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ص ۵۲)

(۴۰) سادات اور دوسرے بنی ہاشم کو زکوٰۃ اور یونہی دوسرے صدقات واجبہ فطرانہ وغیرہ دینا ہرگز جائز نہیں نہ انہیں لینا حلال ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں ان کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں اور اس حرمت (حرام ہونے) کی علت ان حضرات کی عزت و بزرگی ہے کیونکہ زکوٰۃ مال کا میل ہے اور یونہی دوسرے صدقات واجبہ اس مستعمل پانی کی طرح ہیں جو گناہوں کی نجاست دھو ڈالے اور اہل بیت و دیگر بنی ہاشم صاف ستھرے، پاک وطیب ہیں ان کی شان اس سے کہیں بلند ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایسی چیزوں سے آلودہ کریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صدقہ محمد اور آل محمد کے لئے حلال نہیں (احمد، مسلم، طبرانی، طحاوی وغیرہ) رہا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ چونکہ اس وقت خمس الخمس یعنی جہاد میں حاصل شدہ مال غنیمت کے پانچویں حصہ کا پانچواں حصہ بنی ہاشم کو ملا کرتا تھا اس لئے اس وقت اس کی وجہ سے ان کے لئے زکوٰۃ وصدقات واجبہ کو حرام ٹھہرایا گیا تھا اور اب چونکہ وہ نہیں رہا لہٰذا ان کے لئے زکوٰۃ وغیرہ کا لینا جائز ہوگیا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ سادات و دیگر بنی ہاشم پر زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ پہلے حرام قرار دیئے گئے تھے پھر بعد میں خمس الخمس مذکور ان کی ضروریات پوری کرنے کے لئے جاری کیا گیا تھا۔ لہٰذا زکوٰۃ وغیرہ کی حرمت کی علت یہ نہیں ہوسکتا کیونکہ علت تو معلول سے پہلے ہوا کرتی ہے۔ (کمال مدلل ومحقق تقریر فرمائی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے ملاحظہ کیجئے فتاویٰ رضویہ جلد ۴ص ۴۷۸ تا ۴۸۴، قابل دید تحقیق ہے ضرور ملاحظہ کریں)

(۴۱) تیجے، دسویں، چالیسویں کا کھانا صرف مسکینوں، غریبوں کے لئے ہے۔ برادری میں تقسیم کرنا، یا برادری کو جمع کرکے کھلانا بے معنی ہے۔ کمافی مجمع البرکات، موت

میں دعوت کرنا جائز نہیں۔ تین دن تک تو ناجائز ہے ہی، اس کے بعد بھی کسی کے مرنے کی نیت سے کھانے کا انتظام کرکے لوگوں کو بلائے تو ممنوع ہے اور جو لوگ میت کے کھانے کے خواہشمند رہتے ہیں ان کا دل مرجاتا ہے۔ اللہ کے ذکر اور عبادت کے لئے اس میں چستی نہیں رہتی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ص ۲۲۳)

(۴۲) سماع موتیٰ یعنی قبروں والوں کا سننا ثابت وحق ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۴ص از ۲۳۵)

(۴۳) اولیاء اللہ مدد کرتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ص ۲۴۳)

(۴۴) نماز روزے کے فدیہ کا مستحق وہی ہے جو زکوٰۃ کا مستحق ہے کہ فقیر غریب محتاج مسلمان ہو۔ سید وہاشمی نہ ہو، نہ اس کی اولاد، نہ یہ ان کی اولاد ہو۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ص ۶۱۲)

(۴۵) منافق وکافر سید نہیں ہوسکتا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶ص ۱۸۵)

(۴۶) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فقیر کہنا جائز نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶ص ۱۲۶)

(۴۷) الفقر فخری، کو حدیث کہنا صحیح نہیں کیونکہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۶ص ۱۲۶)

(۴۸) حضور کو یتیم ابوطالب کہنا کفر ہے۔ (بحوالہ شرح شفاء، فتاویٰ رضویہ ج ۶ص ۱۲۷)

(۴۹) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور اس کی توبہ قبول نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۶ از ص ۳۸ تا ۴۱)

(۵۰) انبیاء کو بھی مرض لاحق ہوسکتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶ص ۱۸۴)

(۵۱) شرح مقاصد اہل سنت کی معتمد کتاب ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶ص ۸)

(۵۲) خلیفہ اور متغلب دونوں حاکم ہوسکتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶ص ۲۰، ۲۱)

(۵۳) فتوحات مکیہ کے مصری نسخے محرف ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶ص ۳۱۰)

(۵۴) امام ابن حجر مکی کے کلمات میں الحاقیات ہیں۔ (فتاویٰ رضوہ ج ۶ص ۳۱۰)

(۵۵) ایسی قوالی جس میں ڈھول وسارنگیاں بج رہی ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کے اشعار، غوث اعظم اور دیگر اولیاء اللہ کی شان میں شعر پڑھے جارہے ہوں، حرام ہے حاضرین سب گنہگار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے جبکہ خود قوالوں کے گناہ میں کچھ کمی نہ آئے گی اور حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ

ہوگا۔ حدیث وفقہ کا حکم یہی ہے اور جو لوگ اس کے جواز کے لئے اکابر سلسلہ عالیہ چشتیہ کا نام لیتے ہیں، انہیں نہ تو خدا سے خوف ہے اور نہ بندوں سے شرم کیونکہ خود حضور محبوب الٰہی سیدی نظام الحق والدین ''فوائد الفواد'' شریف میں فرماتے ہیں کہ: مزامیر حرام است، یعنی ساز حرام ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج۱۰ص۲۲۵)

(۵۶) وجد صحیح کی شرط یہ ہے کہ اگر اس وجد میں آنے والے کے منہ پر تلوار ماری جائے تو اسے کچھ خبر نہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ ج۱۰ص۱۸۶ بحوالہ شامی و منتقی شرح ملتقی)

(۵۷) عورتوں کو لکھنا سکھانا شرعاً ممنوع و سنت نصاریٰ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ان کو لکھنا نہ سکھاؤ۔ (فتاویٰ رضویہ جلد۱۰ص۱۸۰تا۱۸۴)

(۵۸) غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ (تعظیمی) ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ قبر میں علماء کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے۔ خصوصاً مزارات طیبہ اولیاء کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو یہی ادب ہے۔ پھر بوسہ کس طرح لیا جا سکتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج۱۰ص۳۶۷)

(۵۹) ڈاڑھی کٹانے والے سے میلاد نہ پڑھایا جائے۔ (نثر میں تقریر کرنا اور شعروں میں نعت پڑھنا دونوں اس میں داخل ہیں) (فتاویٰ رضویہ ج۱۰ص۵۷۲)

(۶۰) محرم میں تخت بنانے کے لئے چندہ دینا جائز نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج۱۰ص۵۶۹)

(۶۱) موضوع و من گھڑت روایات سے شہادت اور میلاد کا بیان حرام ہے۔
(فتاویٰ رضویہ ج۱۰ص۸۸)

جیسا کہ کتاب ''النعمۃ الکبریٰ'' کے الحاقی حوالے سے میلاد میں چندہ دینے کا ثواب بیان کیا جاتا ہے کیونکہ یہ بے اصل ہے، نہ اس کی کوئی سند ہے نہ ثبوت، مصنف کتاب علامہ ابن حجر مکی نوویں صدی ہجری میں ہوئے ہیں تو حدیث کی یہ روایات نو سو سال تک کہاں رہی ہیں جو اس کے قائل ہیں وہ اس سے پہلے کی کسی معتبر کتاب حدیث کا حوالہ پیش کریں۔

(۶۲) کافی علم نہ رکھنے والے کا وعظ کہنا حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ۱۰ص۳تا۴)

(۶۳) بے اصل روایات کا پڑھنا، سننا حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج۱۰ص۱۸۰)

(۶۴) حضور، ابو طالب کے جنازے کے ساتھ نہیں گئے تھے۔
(فتاویٰ رضویہ ج۱۰ص۸۹)

(۶۵) ایک مشت ڈاڑھی رکھنی واجب ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج۱۰ص۵۸۸)
لہٰذا جو اس سے کم کرے وہ گنہگار ہوگا۔

(۶۶) شہادت کی مجلس ہو یا کہ میلاد کی محفل، بہ تصنع رونا اور بہ تکلف رولانا اور اس رونے، رلانے سے رنگ جمانا یقیناً برا ہے۔ ماتم کرنا جائز نہیں اور اگر یہ جائز ہوتا تو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماتم کیا جاتا کیونکہ حضور کی وفات سے بڑھ کر اور کوئی بھی مصیبت نہیں ہے اور تعزیہ داری یقیناً ناجائز و گناہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج۱۰ص۸۸تا۹۰)

(۶۷) امرد (یعنی ان ڈاڑھی لڑکا جس کی ابھی ڈاڑھی نہ آئی ہو) اپنی خوبصورتی یا خوش آوازی سے محل اندیشہ، فتنہ ہو، خوش الحانی میں اسے مجالس میلاد میں باز و بنانے سے ممانعت کی جائے گی کیونکہ منقول ہے کہ عورت کے ساتھ دو شیطان ہوتے ہیں اور ایسے ان ڈاڑھی لڑکے کے ساتھ ستر شیطان ہوتے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ خوبصورت امـــــرد (یعنی ان ڈاڑھی لڑکے) کا حکم مثل عورت کے ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج۱۰ص۹۰ بحوالہ ردالمختار وغیرہ)

(۶۸) قدیم علماء کی طرف سے عورتوں کے لئے زیارت قبور کی ممانعت۔

عبارات رخصت میری نظر میں ہیں، مگر نظر بہ حال زمانہ میرے نہ صرف میرے بلکہ اکابر متقدمین کے نزدیک سبیل ممانعت ہی ہے اور اسی کو اہل احتیاط نے اختیار فرمایا۔ محفل وعظ اور جماعت میں عورتوں کی شرکت ناجائز ہے۔ (درمختار)

حدیث شریف میں ہے: لعن اللہ الزائرات القبور (یعنی اللہ قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت کرے۔

(جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور المعروف: ''مزارات پر عورتوں کی حاضری'' صفحات ۲۵، ۲۷، ۳۸)

(۶۹) مرثیہ سننا حرام ہے۔ (احکام شریعت ص۱۲۶)

(۷۰) ماہ محرم میں شادی بیاہ (شریعت) میں جائز ہے۔ (احکام شریعت ص۱۲۷)

کیونکہ جس ماہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ہے اس میں تو شادی بیاہ بلا روک ٹوک ہوتے ہیں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کسی اور کی وفات و شہادت زیادہ المناک نہیں ہے۔

(۷۱) قوم کا بدلنا سخت گناہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی اپنے باپ دادا کے سوا کسی دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے تو اس پر خدا اور سب

فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے۔ (احکام شریعت حصہ دوم ص ۱۸۲)

(۷۲) ماہ صفر کے آخری بدھ (چہار شنبہ) کی کوئی اصل نہیں اس روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت یابی کا کوئی ثبوت نہیں، بلکہ مرض اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی اس کی ابتداء اسی دن سے بتائی جاتی ہے اور ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہینے کا آخری بدھ ہمیشہ نحس ہوتا ہے۔ (احکام شریعت حصہ دوم ص ۱۸۳)

(۷۳) سیاہ خضاب حرام ہے اور بعض کتب میں جو آیا ہے کہ حضرت امام حسن و امام حسین و حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین خضاب وسمہ کا استعمال کیا کرتے تھے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب حضرات مجاہدین تھے۔ (احکام شریعت حصہ دوم ص ۲۲۶ وغیرہ) (موجودہ حالت میں جہاد کرنے والے کے سوا کوئی دوسرا سیاہ خضاب استعمال نہیں کرسکتا کہ یہ شرعاً حرام ہے)

(۷۴) شب معراج مع نعلین جانے کی روایت موضوع و جعلی ہے۔

(احکام شریعت ص ۱۴۶)

تو یہ تھیں امام اہل سنت کی کچھ تحقیقات جو مشتے نمونہ از خروارے پیش کی گئی ہیں۔ ورنہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بیان فرمودہ بہت سے تحقیقی مسائل تو ابھی باقی ہیں۔

ناچیز زندہ و بصحت و خیریت رہا تو آئندہ کسی وقت خدمت ہوسکتی ہے۔ دعاء خیر کا طالب ہوں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وصال شریف

اعلیٰ حضرت کا وصال ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء جمعۃ المبارک کو دو پہر دو بج کر ۳۸ منٹ پر بریلی شریف میں ہوا۔ اپنے وصال سے چند ماہ قبل اعلیٰ حضرت نے قرآن مجید کی اس آیت سے اپنا سن وفات برآمد فرمایا: وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ اس آیت کے حروف ابجد کے مطابق ۱۳۴۰ عدد برآمد ہوتے ہیں۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ محمدٍ و آلہ واصحابہ اجمعین ۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بیجا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

البانی کا علمی معیار

ڈاکٹر امین غزنوی

عہد حاضر کے علمائے اہل حدیث کی حدیث دانی اور فن حدیث میں ان کی لاعلمی کا تذکرہ ضروری ہے۔ اسی طرح فن جرح وتعدیل میں ان کی بے مثال فریب کاریوں اور غیر معمولی تحریفات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ سلفیوں کے محدث اکبر ناصر الدین البانی م ۱۹۹۹ھ کی علمی خیانتوں کے کچھ نمونے سپرد قلم کئے جاتے ہیں۔ اس سے متعلق کچھ تفاصیل ہماری کتاب "اھداء ثواب الخیرات الی الاحیاء والاموات" (مطبوعہ ۲۰۰۹ء) کے خاتمہ میں موجود ہیں۔ علامہ محمود سعید ممدوح کی کتاب "رفع المنارة لتخريج احاديث التوسل والزيارة" (مطبوعہ دار الامام النووی عمان) اور علامہ حسن بن علی سقاف کی کتاب "تناقضات الالباني الواضحات" (مطبوعہ دار الامام النووی عمان) کے چند اقتباسات زینت قرطاس ہیں۔

(۱) مسند دارمی: امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی (م ۲۵۵ھ) نے بیان کیا:

"حدثنا ابو النعمان ۔ ثنا سعيد بن زياد ثنا عمرو بن مالك النكري ۔ حدثنا ابو الجوزا اوس بن عبدالله قال قحط اهل المدينة قحطا شديدًا فشكوا الى عائشة فقالت ۔ انظرو الى قبر النبي صلى الله عليه وسلم فاجعلوا منه كوا الى السماء حتى لايكون بينه وبين السماء سقف ۔ قال ففعلوا فمطرنا مطراً حتى نبت العشب وسمنت الابل حتى تفتقت من الشحم فسمي عام الفتق ۔" (مشکوٰۃ ص: ۵۴۵، سنن الدارمی ج:۱ ص: ۴۳، دار الفکر بیروت)

☆ اہل مدینہ کو سخت قحط سالی در پیش آئی۔ پس اہل مدینہ نے حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا کے پاس حالات رکھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ کے پاس جاؤ، پس اس سے آسمان کی جانب ایک کھڑکی بنادو۔ اس طرح کہ قبر رسول اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ ہو۔ راوی نے کہا کہ لوگوں نے یہ کیا۔ پس ہمیں خوب بارش پہنچی یہاں تک کہ سبزہ زار اگ آئے اور اونٹ موٹے ہوگئے یہاں تک کہ اونٹ چربی سے پھٹنے لگے، پس اس سال کا نام عام الفتق رکھا گیا۔

توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم: چونکہ یہ حدیث توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے۔ البانی اس حدیث پر ضرور جرح کرے گا اور کچھ عیب نکالنے کی کوشش کرے گا۔ حالانکہ حافظ عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری (م ۶۵۶ھ) صاحب الترغیب والترھیب اور حافظ نورالدین ہیثمی (م ۸۰۷ھ) مؤلف مجمع الزوائد نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

البانی کی خیانتیں ایک عربی عالم کی تحریر میں پڑھئے۔ علامہ محمود سعید ممدوح لکھتے ہیں:

واذ قد تبين لك ثقة عمرو بن مالك النكري فلك ان تعجب من قول الالباني في ضعيفته (ج:۱،ص:۱۳۱) تعقيبا على الحافظين المنذري والهيثمي اذ حسنا لعمرو بن مالك النكري . قال الالباني وفيما قالاه نظر . فان عمرا هذا لم يوثقه غير ابن حبان وهو متساهل في التوثيق حتى انه ليوثق المجهولين عند الائمة النقاد الخ قلت . تقدم قبول توثيق ابن حبان له . ومحل العجب من الالباني . حيث قال في تعليقه على . فضل الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم (ص:۸۸) عمرو بن مالك النكري وهو ثقة كما قال الذهبي . ثم عاد، ووثقه مرة اخرى في صحيحته (ج:۵،ص:۶۰۸) ومحل العجب انه يصحح ويضعف وفق غرضه وهواه ولهذا يكثر التناقض منه ويترك القواعد . نعوذ بالله

تعالٰی من الھوی والمناکدة . (رفع المنارة، ص: ۲۰۸)

☆ جب تیرے لئے عمرو بن مالک نکری کا ثقہ ہونا ظاہر ہوگیا تو تمہارے لئے روا ہے کہ تم حافظ منذری اور حافظ ہیثمی سے متعلق تعاقب پر سلسلة الاحادیث الضعیفه ج:۱،ص:۱۳۱ میں البانی کے قول پر تعجب کرو، اس لئے کہ ان دونوں حضرات نے عمرو بن مالک نکری کی حدیث کو حسن قرار دیا۔ البانی نے کہا اور جو ان دونوں نے کہا، اس میں اعتراض ہے۔ اس لئے کہ اس عمرو بن مالک نکری کو ابن حبان کے علاوہ کسی نے ثقہ نہیں کہا۔ اور ابن حبان ثقہ قرار دینے میں متساہل ہیں، یہاں تک کہ وہ ائمہ جرح وتعدیل کے یہاں مجہول راویوں کی بھی توثیق کردیتے ہیں۔

علامہ محمود سعید نے کہا کہ البانی کے محدث ابن حبان کی توثیق کو قبول کرنے کی بات گزر چکی۔ (البانی نے ابن حبان کی توثیق کو اپنے فائدے کی جگہ میں قبول کیا ہے اور یہاں ابن حبان کی توثیق کو قبول کرنے سے منکر ہوگیا) اور البانی کی جانب سے تعجب کا مقام یہ ہے کہ البانی نے کتاب فضل الصلوٰة علی النبی صلی الله علیه وسلم پر اپنے حاشیہ (ص:۸۸) میں کہا: عمرو بن مالک نکری ثقہ ہے جیسا کہ ذہبی نے کہا۔ پھر پلٹا اور اپنی کتاب سلسلة الاحادیث الصحیحه میں دوبارہ نکری کی توثیق کی۔ اور تعجب کا مقام ہے کہ البانی اپنی غرض اور اپنی خواہش کے مطابق (حدیث کو) صحیح اور ضعیف قرار دیتا ہے اور اسی لئے اس سے تناقض بہت واقع ہوتا ہے اور وہ قواعد کو چھوڑ دیتا ہے۔ ہم اتباع ہوا اور تنگ دلی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

(۲) سنن ابن ماجہ: امام ابن ماجہ قزوینی (م ۲۷۵ھ) نے روایت کیا:

حدثنا محمد بن سعيد بن يزيد بن ابراهيم التستري . حدثنا الفضل بن الموفق ابو الجهم ثنا فضيل بن مرزوق عن عطية عن ابي سعيد الخدري قال . قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من خرج من بيته الى الصلوة فقال . اللهم اني اسالك بحق

السائلين عليك واسئلك بحق ممشاى هذا فانى لم اخرج اشرا ولا بطرا ولا رياء ولا سمعة وخرجت اتقاء سخطك وابتغاء مرضاتك فاسئلك ان تعيذنى من النار وان تغفرلى ذنوبى . انه لا يغفر الذنوب الا انت اقبل الله عليه بوجهه واستغفر له سبعون الف ملك . (ابن ماجہ،ص:۵۶)

☆ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جواپنے گھر سے نماز کیلئے نکلے اور کہے: یااللہ تعالیٰ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تجھ سے سوال کرنے والوں کے وسیلے سے الخ۔

توسل بالصالحین: چونکہ اس حدیث میں توسل بالصالحین کا بیان ہے۔محدث وہابیہ البانی کی نظر سے گزر کر یہ حدیث سلامت کیسے رہ سکتی ہے۔ البانی نے اس حدیث کو مضطرب بناڈالا۔علامہ محمود سعید نے لکھا:

اغرب الالبانى فادعى فى ضعيفته (ج:۱،ص:۳۷)اضطرابا من عطية او ابن مرزوق لانه جاء مرفوعا وموقوفا وهذا خطاء لان الاضطراب يكون عند تساوى الوجوه وحيث لاتساوى وامكن الترجيح كما سبق فلا اضطراب . ولم اجد من سبقه الى هذه الدعوىٰ عند الكلام على هذا الحديث . والله اعلم .

(رفع المنارة، ص: ۱۷۹)

☆البانی ایک عجیب چیز لایا۔پس اس نے اپنے سلسلة الاحادیث الضعیفه میں راوی حدیث عطیہ عوفی یاابن مرزوق کی جانب سے اضطراب کا دعویٰ کیا۔اس لئے کہ یہ حدیث مرفوع اور موقوف دونوں طریقے پر وارد ہوئی اور یہ(البانی کی) غلطی ہے۔اس لئے کہ اضطراب وجوہ واسباب کے مساوی ہونے کے وقت ہوتا ہے اور جہاں مساوات نہ ہواور ترجیح ممکن ہو وہاں اضطراب کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا جیسا کہ گزرا، پس اضطراب نہیں

ہے۔اور میں نے کسی کو نہیں پایا جواس حدیث پرکلام کرنے کے وقت اس دعویٰ کی جانب سبقت کر گیا ہو۔واللہ اعلم بالصواب۔

☆ علامہ محمود سعید نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اس حدیث کی مرفوع وموقوف روایت میں مرفوع روایت راجح ہے۔(رفع المنارہ،ص:۱۷۶،۱۷۷)

حدیث مضطرب: حدیث مضطرب کی تعریف وتشریح کرتے ہوئے اصول حدیث کے امام اکبر حافظ عثمان بن عبدالرحمٰن شہزوری المعروف بہ ابن صلاح (م۶۴۲ھ) نے لکھا:

المضطرب من الحديث هو الذى تختلف الرواية فيه فيرويه بعضهم على وجه وبعضهم على وجه اٰخر مخالف له وانما نسميه مضطربا اذا تساوت الروايتان اما اذا ترجحت احداهما بحيث لا تقاومها الاخرى بان يكون راويها احفظ او اكثر صحبة للمروى عنه او غير ذلك من وجوه الترجيحات المعتمدة فالحكم للراجحة ولا يطلق عليه حينئذ وصف المضطرب ولا له حكمه . ثم قد يقع الاضطراب فى متن الحديث وقد يقع فى الاسناد . (مقدمہ ابن صلاح،ص:۴۴،دارالفکر بیروت)

☆ مضطرب حدیث وہ ہے جس کی روایت مختلف ہو، پس اس کو بعض راوی ایک طریقے پر روایت کرے اور بعض راوی اس کے مخالف دوسرے طریقے پر۔اور ہم اس کا نام مضطرب اس وقت رکھتے ہیں جب دوروایت مساوی ہو۔ لیکن جب ایک میں ترجیح پائی جائے اس طرح کہ دوسری اس کے مقابل نہ ہو یاباایں طور کہ اس کا راوی زیادہ حفظ ویادداشت والا ہو۔یا مروی عنہ(شیخ) سے زیادہ صحبت رکھنے والا ہو۔یا اس کے علاوہ دوسرے معتمد وجوہات ترجیح میں سے کسی وجہ کے ذریعہ ترجیح پاجائے تو حکم راجح کیلئے ہوگا اوراس وقت اس پر مضطرب کا نام نہیں بولا جائے گا اور نہ ہی اس کیلئے مضطرب کا حکم ہوگا۔ پھر اضطراب کبھی متن حدیث میں واقع ہوتا ہے اور کبھی سند میں واقع ہوتا ہے۔

اقول: سلفیان زمانہ قرآن وحدیث کا نام لے کرامت مرحومہ کو گمراہی میں مبتلا کر رہے ہیں۔ ان کے اکابرین کو یقیناً معلوم ہے کہ وہ جس راہ پر ہیں، وہ گمراہی کا راستہ ہے گرچہ اصاغرین اور عوام الناس اس سے بے خبر ہوں لیکن ہدایت بلا توفیق الٰہی نہیں ملتی ہے۔ رب تعالیٰ اہل سنت و جماعت کو اپنے مسلک حق پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆ البانی نے جب احادیث نبویہ پر تصحیح وتضعیف کا کام شروع کیا تھا تو وہ اسی گمان فاسد میں تھا کہ عصر حاضر میں وہ میدان جرح وتعدیل کا تنہا شیر ہے۔ لیکن شیران اسلام و سنت کے سامنے اس کی ہوا خراب ہوگئی۔ علمائے عرب وعجم نے اس کی تحقیقات باطلہ کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں۔ جس کتاب (رفع المنارہ) کے اقتباسات آپ پڑھ رہے ہیں، یہ کتاب بھی البانی کی تصحیح وتضعیف سے متعلق تنقید پر مشتمل تین سو پچیس صفحات کی کتاب ہے۔

(۳) مسند احمد بن حنبل: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا:

ثنا عبدالملک بن عمرو ۔ ثنا کثیر بن زید ۔ عن دائود بن ابی صالح ۔ قال اقبل مروان یوما فوجد رجلا واضعاً وجهه علی القبر فقال ۔ اتدری ما تصنع؟ فاقبل علیه فاذا هو ابو ایوب ۔ فقال نعم جئت رسول الله صلی الله علیه وسلم ولم آت الحجر ۔ سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ۔ لا تبکوا علی الدین اذا ولیه اهله ولکن ابکوا علیه اذا ولیه غیر اهله ۔ (مستدرک، ج:۴، ص:۵۱۵، مسند امام احمد، ج:۵، ص:۴۲۲)

☆ مروان بن حکم ایک دن آیا تو اس نے ایک آدمی کو قبر نبوی پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے پایا۔ اس نے کہا کہ تجھے معلوم ہے کہ تم کیا کررہے ہو۔ پس اس آدمی نے اس کی طرف چہرہ کیا تو وہ حضرت ابوایوب انصاری صحابی رسول تھے۔ پس ابوایوب انصاری نے کہا: ہاں (مجھے معلوم ہے کہ میں کیا کررہا ہوں) میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ہوں اور میں کسی پتھر کے پاس نہیں

آیا۔ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب کوئی لائق فرد دین کا والی ہو تو دین پر نہ روؤ اور جب دین کا والی نااہل ہو تو دین پر روؤ۔

حاضری دربار رسالت: حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری نے اسی سند کے ساتھ روایت کیا اور اسے صحیح قرار دیا، انہوں نے لکھا: **هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه......** اسی طرح حافظ شمس الدین ذہبی نے بھی اسے صحیح تسلیم کیا اور لکھا: **صحیح......** (مستدرک، ج:۴، ص:۵۱۵) اور امام طبرانی نے **معجم کبیر**، ج:۴، ص:۱۸۹ اور **معجم اوسط**، ج:۱، ص:۱۹۹ میں اور ابوالحسین یحییٰ بن حسن نے **اخبار مدینہ** میں (شفاء السقام، ص:۱۵۲) اس حدیث کو مطلب بن عبداللہ بن حطب سے روایت کیا۔ جبکہ امام احمد بن حنبل اور حاکم ابوعبداللہ نے اس کو داؤد بن ابی صالح سے روایت کیا۔ اس طرح داؤد بن ابی صالح کی روایت کیلئے مطلب بن عبداللہ کی روایت متابع ہوگئی۔ علامہ محمود سعید نے لکھا:

وبهذه المتابعة یثبت الحدیث ویصیر من قسم الحسن لغیره والله اعلم ۔ (رفع المنارة، ص: ۱۹۱)

☆ اس متابعت کی وجہ سے حدیث ثابت ہو جاتی ہے اور (حدیث ضعیف) حسن لغیرہ کی قسم میں ہوجاتی ہے۔

☆ آپ نے دیکھا کہ حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔ ذہبی نے بھی تائید کی۔ اور اس حدیث کیلئے متابع بھی موجود ہے۔ حدیث ضعیف بھی متابع یا شاہد پائے جانے کے وقت حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔ لیکن حدیث روضۂ نبوی پر حاضری اور آستانہ بوسی سے متعلق ہے۔ دشمنان رسول اسے کب گوارا کر سکتے ہیں۔ البانی کی ہیرا پھیری دیکھئے۔

علامہ محمود سعید نے لکھا:

اما الالبانی فکان ولا بدان یضعف الحدیث ۔ فما ذا فعل فی تضعیفه؟ اقتصر علی روایة احمد و الحاکم التی فیها دائود بن ابی صالح و ضعف الحدیث به ۔ وهذا قصور وقد علمت

وجود متابع لدائود بن ابی صالح ۔ ثم اخطاء علی الحافظ
العلم نور الدین الهیثمی فقال الالبانی ۔ وذهل عن هذه العلة
(ای دائود بن ابی صالح) الحافظ الهیثمی فقال فی المجمع
(ج: ۵، ص: ۲۴۵) رواه احمد والطبرانی فی الکبیر
والاوسط وفیه کثیر بن زید ۔ وثقه احمد وغیره وضعفه
النسائی وغیره الخ وخطاء الالبانی انه اعتبر الجودة ذهولا ۔
ذلك ان الحافظ الهیثمی عند مانظر لا سنادی احمد والطبرانی
وجد متابعا لدائود بن ابی صالح وهو المطلب بن عبدالله بن
حنطب فلم یجدما یستحق الکلام علیه الا کثیر بن زید ۔ فبین
انه مختلف فیه ومثله یحسن حدیثه ۔ فحصر الهیثمی الکلام
علی کثیر بن زید، هو الصواب ۔ ومنشاء خطاء الالبانی هو
عدم وقوفه علی المتابعة وهو قصور بلاشك ۔ وبیان هذا
القصور انه عند ما علم تخریج الطبرانی للحدیث کان ینبغی
المسارعة والبحث عن اسناد الطبرانی والنظر فیه وهذا هو
مسلك المحدثین الناقدین ۔ اما الاقتصار علی طریق واحد
للحدیث ثم تضعیف الالبانی له مع وجود طریق اٰخر فهو خطاء
بلا ریب ۔ ولعمل الالبانی هذا نظائرٌ فی کتبه والحدیث فیه
التجاء احد الصحابة الی القبر الشریف ۔ (رفع المنارۃ،ص:۱۹۱-۱۹۲)

(ترجمہ) لیکن البانی تو اسے حدیث کوضعیف کرنا ضروری تھا پس وہ اس کی تضعیف کیلئے کیا کیا؟ البانی نے امام احمد بن حنبل اور حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری کی روایت پر اقتصار کیا، جس میں داؤد بن ابی صالح ہے اور داؤد کی وجہ سے حدیث کوضعیف قرار دیا اور یہ ایک کمی ہے (اور بلاعلم دین وشریعت کے فیصلے کرنا، وہابیہ کا قدیم معمول ہے) اور آپ کو داؤد بن ابی صالح کیلئے متابع کا علم

ہو چکا ہے۔ پھر البانی نے حافظ نورالدین ہیثمی (م ۸۰۷ھ) کو خطا کار ٹھہرایا۔ پس البانی نے کہا: اور اس عیب (یعنی داؤد بن ابی صالح) سے حافظ ہیثمی غافل رہے پس انہوں نے مجمع الزوائد (ج:۵،ص:۲۴۵) میں کہا کہ اس حدیث کو امام احمد اور طبرانی نے معجم کبیر اور معجم اوسط میں روایت کیا اور اس کی سند میں کثیر بن زید ہے امام احمد وغیرہ نے اس کو ثقہ کہا اور امام نسائی وغیرہ نے اسے ضعیف کہا اور البانی نے غلطی کی کہ اس نے عمدگی اور جودت کو غفلت شمار کرلیا۔ ایسا اس لئے کہ حافظ ہیثمی نے امام احمد کی سند اور طبرانی کی سند کو دیکھنے کے بعد داؤد بن ابی صالح کیلئے ایک متابع پایا اور وہ مطلب بن عبداللہ بن حطب ہیں۔ پس ہیثمی نے اس حدیث کی سند میں کثیر بن زید کے علاوہ کسی کو اعتراض کے لائق نہیں پایا پس انہوں نے بیان کر دیا کہ کثیر بن زید مختلف فیہ ہے اور مختلف فیہ کی حدیث حسن قرار دی جاتی ہے۔ پس حافظ ہیثمی کا کثیر بن زید پر کلام کو منحصر کرنا ہی درست ہے۔ اور البانی کی غلطی کا سبب، البانی کا متابعت پر مطلع نہ ہونا ہے اور یہ بلا شبہ ایک علمی خامی ہے۔ اور اس خامی کی وضاحت یہ ہے کہ امام طبرانی کی تخریج حدیث کا علم ہونے کے بعد طبرانی کی سند کے بارے میں تفتیش اور اس میں غور وفکر کی جانب جلد بازی کرنا مناسب تھا اور محدثین ناقدین کا یہی طریقہ ہے۔ رہا حدیث کی ایک سند پر اقتصار کرنا پھر دوسری سند پائے جانے کے باوجود اسے ضعیف قرار دینا تو بلاشبہ یہ ایک غلطی ہے۔ اور البانی کے اس عمل کی اس کی کتابوں میں بہت سی نظیریں ہیں۔ اور اس حدیث میں کسی ایک صحابی کا قبر مقدس کی طرف پناہ لینا ہے۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆

مکتوبِ گرامی

برادر معظم محمد منیر رضا قادری

سلام مسنون ودعائیں!

جہان رضا باصرہ نواز ہوا۔ ماشاءاللہ ہر جہت سے سجاؤ اور سجاؤ کا مظہر ہے یہ واحد پرچہ ہے جو مسلک حقانی کی ترجمانی نہایت ہی مستند انداز میں کرتا ہے۔ تازہ شمارے میں ''مسائل قربانی'' نہایت اہم مسائل حج' قربانی کی عقلی توجیہات اپنے انداز میں معانی کا ایک دریا ہے۔ اللہ کریم آپ کو توفیق مزید مرحمت فرمائے۔

شاید آپ مجھے نہ جانتے ہوں محترم ومکرم حکیم اہل سنت جناب محمد موسیٰ امرتسری سے اور حضرت علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب سے میرے مراسم نصف صدی سے زیادہ کے ہیں۔ انشاءاللہ لاہور ملاقات پر تفصیل بیان کروں گا۔ حضرت باغ علی اور محترم مختار صاحب بھی ان مجالس میں شامل رہتے تھے۔

میری گزارش ہے کہ ہر شمارے میں ایک نعت اور وقت کے حساب سے ایک منقبت ضرور شائع کردیا کریں تازہ نعت مبارک ارسال ہے فاروقی صاحب کے بچوں اور آپ کے معاونین کو ڈھیروں دعائیں۔ اب میں علاج کے سلسلے میں ٹیکسلا آ گیا ہوں اب پرچہ درج ذیل پتہ پر ارسال کیا کریں۔ آپ سے گزارش ہے کہ جب بھی حضور داتا صاحب حاضری دیں میرا اسلام شوق عرض کریں میری صحت کے لئے دعا بھی کریں کیا آپ سے ملاقات مندرجہ پتہ پر ہوجائے گی۔

دعاگو

پروفیسر الحاج خواجہ شاہ محمد سبطین شاہجہانی

استغاثہ آلام

بحضور خیر الانام انبیاء کے امام سالار مرسلین رحمت رب العالمین، سرکار دو عالم ﷺ

یا نبی ناز اُمم فخرِ رسولاں مددے　　نازشِ دیں مددے، حاصلِ ایماں مددے
کون ہے تیرے سوا امت عاصی کا انیس　　تاجدارِ دوسرا، مونس انساں مددے
چار سو آتش سوزاں سے ہے معصوم فضا　　آقائے کل مددے، خواجہ گیہاں مددے
دھند ہی دھند ہے ایوانِ یقیں کا منظر　　ماہ افلاک مدد، مہر درخشاں مددے
دوپہر ظلم کی ڈھلتی ہی نہیں ظلِ کرم　　کب سے مجبور ومساکین ہیں گریاں مددے
کتنے بدکاروں نے بارود سے بیزار کیا　　یا نبی باعثِ خوشبوئے گلستاں مددے
آج ہر آنکھ میں آنسو ہے' جگر چھلنی ہے　　مونس غم زدگاں عیسیٰ دوراں مددے
بجھ گئے دستِ تطاول سے بہاروں کے چراغ　　تابش جملہ نجومانِ درخشاں مددے
سیل امراض نہ لے جائے بہا کر ہم کو　　حاذقِ دیں مددے، فخر حکیماں مددے
بڑھتا جاتا ہے یہ مہنگائی کا عفریت لعیں　　آپ کے فیض سے ہر چیز ہو ارزاں مددے
پھر سے آقا ہمیں اقوام میں توقیر ملے　　آج دنیا میں ہیں ہم بے سروساماں مددے
پھر مسلمان کو ملے تابش دیں، نور یقیں　　قدوۂ دینِ مبیں، صاحب قرآں مددے
جز تری ذات نہیں مونس وہم درد کوئی　　پیکر فضل مدد، رحمت یزداں مددے
جن دلوں نے تیری معراج سے پایا ہے عروج　　یا نبی صدقۂ ارباب عزوجاں مددے
اب نہیں نورِ مواخات سے روشن آنکھیں　　کیوں مسلمان کا دشمن ہے مسلماں مددے
چشم دنیا میں حقارت کا نشانہ کیوں ہیں　　قاسمِ عزت و ناموس جہاناں مددے
میں کرم کا ہوں گدا کون سنے میری صدا　　اے شہنشاہ عطا مخزنِ یزداں مددے
میرے لمحات ہیں محتاجِ ضیا مدت سے　　مظہر نور خدا شاہِ کریماں مددے
استغاثہ درِ دربار عطا میں ہو قبول　　سامع ملتمساں رحمتِ رحماں مددے

المدد سیدِ کونین، طفیلِ سبطین
اِک گلِ تر میں ہیں سو خار مغیلاں مددے

(پروفیسر شاہ محمد سبطین شاہجہانی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''فاروقی تلوار'' برگردنِ منافق ناہنجار

مفتی ظہور احمد جلالی مدظلہٗ

غیظ المنافقین سیّدنا فاروقِ اعظم (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وصال کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علم غیب کا عظیم جلوہ ملاحظہ فرماتے ہوئے اپنے محبوبِ مکرم رسولِ معظم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مخاطب کرتے اور پکارتے ہوئے عرض کیا:

اَشۡهَدُ اَنَّکَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡکَ وَسَلَّمَ حَیۡثُ قَالَ النَّبِیُّ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ) لَعَلَّهٗ یَقُوۡمُ مَقَامًا لَا تَکۡرَهُهٗ

یارسول اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡکَ وَسَلَّمَ آپ پر اللہ تعالیٰ صلوٰۃ وسلام نازل فرمائے۔

کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تھا: امید ہے کہ سہیل بن عمرو (رضی اللہ عنہ) ایک مقام پر کھڑے (ہوکر کلام کرے) گا۔ جو تمہیں ناپسند نہ ہوگا (بلکہ تم پسند کرو گے)

خلیفۂ راشد کی اس منافق سوز فاروقی ادا کو سامنے رکھتے ہوئے اہل السنۃ والجماعۃ (درود وسلام والوں) کا بچہ بچہ پکارتا ہے: صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡکَ وَسَلَّمَ

یہ جملہ فعلیہ ہے بغرض دوام واستمرار بصورت جملہ اسمیہ اس کا ترجمہ، تشریح اور تسہیل یوں ہے: الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ

تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: تاریخ دمشق لمحدث ابن عساکر علیہ الرحمہ صفحہ 49 جز نمبر 73

13 نومبر 2016ء

بروز اتوار بعد نمازِ عصر

17 واں

سالانہ

عرس مبارک

حکیم اہلسنت حضرت

حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

چشتی نظامی قادری

دربار حضرت میاں میر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لاہور

اس بابرکت محفل میں شرکت فرما کر سعادتِ دارین حاصل کریں

الداعی الی الخیر
دارالفیض گنج بخش
0333 4700611, 0321 4148064